احمدی احباب کی علمی و تربیت سے ۔۔

مصلح موعود نمبر

سوموار 17 فروری 2003ء

سوموار 17 فروری 2003ء 15 ذوالحج 1423 ہجری - 17 تبلیغ 1382 ہش جلد 53-88 نمبر 37

موعود بیٹا

بنی اسرائیل کی کتاب طالمود میں لکھا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (مسیح موعود) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ماند نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کر لے۔

(طالمود مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم مطبوعہ لندن 1878ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود کے بعض کارناموں پر ایک طائرانہ نظر

علمی کارنامے

☆ دوصد سے زائد علمی خزانوں پر مشتمل کتب و رسائل کی تصنیف

☆ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کی معرکۃ الآراء تصانیف

☆ آپ کی تفسیر اور قرآنی خدمات کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔

☆ مخالفین کو متعدد بار تفسیر قرآن کا چیلنج دیا۔

☆ 16 زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کی اشاعت

☆ الٰہی رہنمائی میں دینی مسائل کی اثر انگیز اور منفرد تشریح اور بے شمار غیبی خبریں جو رویا و کشوف سیدنا محمود کے نام سے شائع شدہ ہیں۔

☆ کئی ممالک میں مردوں اور عورتوں کے لئے دینی تعلیم کے مستقل اداروں کا قیام

☆ 24 ممالک میں 74 تعلیمی اداروں کا قیام

☆ مرکز سلسلہ قادیان اور ربوہ میں اعلیٰ تعلیمی اداروں کا اجراء۔

تعمیر بیوت الذکر

☆ برصغیر سے باہر 318 بیوت الذکر کی تعمیر.

☆ دنیا کے بڑے بڑے اور اہم ممالک میں بیوت الذکر اور مشن ہاؤسز کا قیام جن میں امریکہ، برطانیہ، انڈونیشیا، جرمنی، ہالینڈ، ڈنمارک اور افریقی ممالک بھی شامل ہیں۔

☆ قادیان اور ربوہ میں بیوت الذکر کی تعمیر اور توسیع

☆ تعمیر بیوت الذکر کیلئے بیسیوں تحریکات کا اعلان اور بعض صرف عورتوں کے چندہ سے تعمیر ہوئیں۔

عالمگیر دعوت الی اللہ سکیم

☆ وقف زندگی کے مستقل نظام کا اجراء۔

☆ یورپ، امریکہ، افریقہ اور ایشیائی ممالک میں دعوت الی اللہ کی عظیم الشان مہم

☆ 46 ممالک میں احمدیہ مشن ہاؤسز کا قیام

☆ 164 واقفین زندگی کی بیرون ممالک میں خدمات ۔ بعض وہیں وفات پا کر مدفون ہوئے۔

☆ متعدد حکمرانوں اور والیان ریاست کو تحریری اور زبانی پیغام حق

☆ 1912، 1924 اور 1955 میں عرب ممالک اور یورپ کے دورے۔

☆ وسیع پیمانے پر اشاعت لٹریچر اور مختلف ممالک سے 40 اخبارات و رسائل کا اجراء۔

جماعت کا تنظیمی ڈھانچہ

☆ 1919ء میں صدر انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا قیام

☆ 1922ء میں مجلس شوریٰ کے نظام کا مستقل اجراء

☆ جماعت کی ذیلی تنظیموں کا قیام ۔ لجنہ اماء اللہ 1922 ، خدام الاحمدیہ 1938 ، انصار اللہ 1940ء

☆ مجلس انتخاب خلافت کا قیام، متعدد فتنوں کا استیصال اور استحکام خلافت کیلئے عظیم کارنامے

☆ 1913ء سے اخبار الفضل اور پھر مراکز سلسلہ سے متعدد رسائل کا اجراء

☆ مرکز سلسلہ کی مضبوطی اور آبادی کیلئے کوششیں

☆ ہجرت کے بعد مرکز احمدیت ربوہ کا قیام اور آبادی کا عظیم کارنامہ

مستقل مالی نظام

☆ جماعت احمدیہ عالمگیر میں منظم طریق پر چندوں کے نظام کا قیام

☆ 1934ء میں تحریک جدید کی عالمگیر تحریک کا آغاز جس کے چندہ دہندگان کی تعداد اب ساڑھے تین لاکھ سے زائد ہو چکی ہے۔

☆ 1957ء میں وقف جدید کی تحریک کا آغاز اس کے چندہ دہندگان تین لاکھ 80 ہزار سے زائد ہو چکے ہیں۔

☆ 52 سالہ دور خلافت میں بڑی بڑی 56 مالی تحریکات کا اجراء

☆ احمدیت کے پروانوں اور آپ کے جانثاروں کی ناقابل تقلید اور بے مثل مالی قربانی۔

عظیم الشان ملی خدمات

☆ برطانیہ سے قائداعظم کی واپسی کیلئے کامیاب تاریخی کوشش

☆ قیام پاکستان کے تمام مراحل پر ملت اسلامیہ کی مدد اور راہنمائی

☆ استحکام پاکستان کیلئے ہر قسم کے اعلیٰ مشورے اور عملی جدوجہد

☆ 1931ء میں کشمیر کمیٹی کی صدارت اور اہل کشمیر کے حقوق کیلئے پہلی منظم کوشش کا آغاز

☆ 1948ء میں محاذ کشمیر پر فرقان بٹالین کے ذریعہ عظیم کارنامے

☆ عالم اسلام کے استحکام اور عربوں کے حقوق خصوصاً فلسطین، اردن، تیونس، مراکش، لبنان اور لیبیا کی آزادی کیلئے براہ راست اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بے پناہ کوششیں۔

پیشگوئی دربارہ مصلح موعود

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:-

''میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا- سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لودھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا- سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے- فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے- اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں- اور تا دین (-) کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں- اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب (-) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے- اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے- سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا- ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا- وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا- خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے- اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے- اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے- مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے-

اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا- وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا- وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا- (-) خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے- وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا- اور دل کا حلیم- اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا- اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ- فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر' مظہر الحق والعلاء (-) جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا- نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا- ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا- وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی- تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا- وکان امراً مقضیا''

(اشتہار 20 فروری 1886ء- روحانی خزائن جلد نمبر 5 ص 647)

پیانِ شاعر- روحِ مصلح موعود سے

تو نے کی مشعلِ احساس فروزاں پیارے
دل بھلا کیسے بھلا دے ترا احساں پیارے

روح پژمردہ کو ایماں کی جلائیں بخشیں
اور انوار سے دھو ڈالے دل و جاں پیارے

ولولوں نے ترے ڈالی مہ و انجم پہ کمند
تو نے کی سطوتِ (ایمان) درخشاں پیارے

اب وہی دینِ محمدؐ کی قسم کھاتے ہیں
تھے جو مشہور کبھی دشمنِ ایماں پیارے

پہلے بخشا مرے بہکے ہوئے نغموں کو گداز
پھر مری روح پہ کی درد کی افشاں پیارے

مجھ کو بھولے گی کہاں وہ تری بھرپور نگاہ
جگمگا اٹھتا تھا جب فکر کا ایواں پیارے

اب نگاہیں تجھے ڈھونڈیں بھی تو کس جا پائیں
جانے کب پائے سکوں پھر دلِ ویراں پیارے

کون افلاک پہ لے جائے یہ رودادِ الم
تیرا متوالا ابھی تک ہے پریشاں پیارے

روح پھرتی ہے بھٹکتی ہوئی ویرانوں میں
دل ہے نیرنگیٔ افلاک پہ حیراں پیارے

شکر ایزد تری آغوش کا پالا آیا
اپنے دامن میں لئے دولتِ عرفاں پیارے

فکر میں جس کے سرایت تیری تخئیل کی ضو
گفتگو میں بھی وہی حسن نمایاں پیارے

جس کی ہر ایک ادا نافلة لک کی دلیل
جس کی ہر ایک نوا درد کا عنواں پیارے

دیکھ کر اس کو لگی دل کی بجھا لیتا ہوں
آنے والے پہ نہ کیوں جان ہو قرباں پیارے

تیری اس شمع کا پروانہ صفت ہوگا طواف
تیرے ثاقب کا ہے اب تجھ سے یہ پیماں پیارے

ثاقب زیروی

پبلشر آغا سیف اللہ- پرنٹر قاضی منیر احمد مطبع ضیاء الاسلام پریس- مقام اشاعت دارالنصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت 6 روپے

حضرت خلیفة المسیح الثانی کی مجلس عرفان

پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر مسیح موعود کے بیٹوں میں سے مصلح موعود ہونا تھا تو پیشگوئی میں کیا اخفا رہا

فرمودہ 25 مئی 1944ء قادیان

سوال: پیشگوئیوں میں اخفاء ضروری ہوتا ہے۔ اگر مصلح موعود کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود کی موجودہ اولاد میں سے کسی بیٹے کے ذریعہ ہی پوری ہو جائے تو پھر اخفا کس بات کا رہا- گویا معترض کا اعتراض یہ ہے- کہ ہر پیشگوئی میں اخفا کا پہلو ہوتا ہے- اگر آپ کے بیٹوں میں سے ہی کسی نے مصلح موعود ہو جانا تھا تو پھر اخفا کیا رہا-

جواب- یہ ایک غلط فہمی ہے- جس میں لوگ مبتلا ہیں کہ ہر پیشگوئی میں اخفاء ہونا ضروری ہے- حالانکہ جو اصل مطلب ہے وہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں اخفاء بھی ہوا کرتا ہے- گویا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی پیشگوئی میں اخفاء ہو اور اس کا کوئی پہلو مشتبہ ہو- یا وہ باریک بینی سے نظر آئے- تو اس کے معنے یہ نہیں ہوں گے- کہ یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی- مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ اگر کوئی پیشگوئی پوری ہو جائے تو اسے ہم محض اس لئے ماننے سے انکار کر دیں- کہ اس میں اخفاء کا کوئی پہلو نہیں- یہ استدلال بالکل غلط اور پیشگوئیوں کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے- سابق انبیاء کی پیشگوئیاں اور اسی طرح حضرت مسیح موعود کی کئی پیشگوئیاں اس اصل کو رد کرتی ہیں- مثلاً رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بدر کی جنگ شروع ہونے سے پہلے رسول کریم ﷺ صحابہؓ کو اس میدان میں لے گئے اور آپؐ نے ان کو بعض مقامات دکھاتے ہوئے فرمایا یہاں فلاں شخص مارا جائے گا اور یہاں فلاں شخص مارا جائے گا- چنانچہ جنگ کے بعد جب صحابہؓ نے دیکھا تو انہی مقامات پر جو رسول کریم ﷺ نے بتائے تھے- وہ لوگ مرے پڑے تھے جن کا نام رسول کریم ﷺ نے صحابہؓ کو بتایا تھا- اب دیکھو یہ ایک پیشگوئی تھی- مگر اس میں کہاں کوئی اخفا تھا- آپ نے کہا کہ فلاں فلاں جگہ فلاں فلاں کافر مارا جائے گا- اور جنگ کے بعد انہی جگہوں پر وہ لوگ مرے ہوئے پائے گئے- اگر ہر پیشگوئی میں اخفاء ضروری ہو تو کہنا پڑے گا- کہ یہ کوئی پیشگوئی ہی نہیں تھی-

اصل بات یہ ہے کہ پیشگوئی میں اخفا ہونا اس کے باطل ہونے کا ثبوت نہیں ہوتا- نہ یہ کہ اگر کوئی پیشگوئی پوری ہو جائے- تب بھی اس کے ماننے سے انکار کر دیا جائے کہ اس میں اخفاء کا کوئی پہلو نہیں- یہ بالکل باطل اصل ہے- جو معترضین نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے- اور اس کی تردید میں کئی پیشگوئیاں پیش کی جا سکتی ہیں- مثلاً حدیثوں میں آتا ہے جنگ احزاب کے موقعہ پر رسول کریم ﷺ نے ایک پتھر کو توڑا تو آپ نے فرمایا! قیصر و کسریٰ کی حکومت تباہ کر دی گئی اب بتاؤ اس میں کیا اخفاء تھا- کیا واقعہ میں قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تباہ ہو گئیں یا نہیں- یا ایک شخص سے رسول کریم ﷺ نے کہا کہ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن تمہارے ہاتھ میں دیکھتا ہوں- یہ بھی ایک ایسی پیشگوئی تھی جس میں کوئی اخفاء نہ تھا- ہر شخص جانتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پڑے- اب اگر وہ اصل درست ہو- جو معترض نے پیش کیا ہے تو ایک شخص کہہ سکتا ہے- چونکہ سراقہ کے ہاتھ میں سونے کے کنگن پڑ گئے تھے- اس میں کوئی اخفاء کا پہلو نہیں تھا- اس لئے یہ کوئی پیشگوئی ہی نہیں- یا چونکہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تباہ ہو گئی تھیں اور یہ بالکل ظاہر بات ہے اس لئے میں نہیں مان سکتا- کہ یہ کوئی پیشگوئی ہے-

یہی حال حضرت مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا ہے- آپ کی بعض پیشگوئیاں ایسی ہیں- جن میں اخفاء کا پہلو پایا جاتا ہے جیسے آتھم کی پیشگوئی تھی- مگر لیکھرام کی پیشگوئی میں کونسا اخفاء تھا- آپ نے کہا کہ وہ چھ سال کے عرصہ میں مارا جائے گا- تیغ بران محمد کا شکار ہوگا- اور ایسے وقت قتل ہوگا- جبکہ عید سے دوسری عید ملتی ہوگی- چنانچہ ایسا ہی ہوا- اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میں اس پیشگوئی کو نہیں مان سکتا- کیونکہ اس میں کوئی اخفاء نہیں اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے تعاقب میں فرعون اپنے لاؤ لشکر سمیت دوڑا اور بنی اسرائیل کہہ اٹھے- کہ اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے- تو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (-) ہرگز نہیں خدا میرے ساتھ ہے- چنانچہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے فرعون غرق ہو گیا- اور بنی اسرائیل بچ کر نکل گئے- اس پیشگوئی میں بھی کوئی اخفاء نہ تھا- بلکہ جس طرح کہا گیا تھا اسی طرح پورا ہو گیا- پس یہ بالکل غلط ہے کہ پیشگوئیوں میں اخفاء کا ہونا ضروری ہوتا ہے- ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ کسی پیشگوئی میں اخفاء کا ہونا نبی کے جھوٹے ہونے کی علامت نہیں- لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیشگوئی میں وضاحت کا ہونا نبی کے جھوٹے ہونے کی علامت ہوتی ہے- آج ہی میں ''تذکرہ'' دیکھ رہا تھا کہ مجھے اس میں سے حضرت مسیح موعود کا ایک کشف نظر آیا- آپ فرماتے ہیں-

''ایک دفعہ میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ مبارک احمد جو پسر چہارم میرا ہے چٹائی کے پاس گر پڑا ہے- اور سخت چوٹ آئی ہے- اور کرتہ خون سے بھر گیا ہے-''

اس کشف کا ذکر کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں:-

''خدا کی قدرت کہ ابھی اس کشف پر شائد تین منٹ سے زیادہ نہیں گزرے ہونگے- کہ میں دالان سے باہر آیا- اور مبارک احمد کہ شائد اس وقت سوا دو سال کا ہوگا- چٹائی کے پاس کھڑا تھا- بچوں کی طرح کوئی حرکت کر کے پیر پھسل گیا- اور زمین پر جا پڑا اور کپڑے خون سے بھر گئے- اور جس طرح عالم کشف میں دیکھا تھا- اسی طرح ظہور میں آ گیا-''

(تذکرہ ایڈیشن اول ص 386)

اسی طرح میں نے رویا میں دیکھا تھا کہ امریکہ سے حکومت انگریزی کے نمائندہ کی طرف سے تار آیا کہ حکومت امریکہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ برطانوی حکومت کو 28 سو ہوائی جہاز بھیجے- چنانچہ یہ رویا لفظ بلفظ پورا ہو گیا- اور واقعہ میں 28 سو ہوائی جہاز امریکہ نے برطانوی حکومت کو بھجوا دیئے- گویا کوئی اخفاء نہ تھا- بلکہ جس رنگ میں ایک بات بتائی گئی تھی اسی رنگ میں پوری ہو گئی-

غرض اگر یہ سمجھا جائے کہ جس پیشگوئی میں اخفاء ہو وہی خدا کی طرف سے ہوتی ہے- جس پیشگوئی میں اخفاء نہ ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں ہوتی- تو امن ہی اٹھ جاتا ہے اور انبیاء کی کئی پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑتا ہے- اسی طرح اگر مصلح موعود کی پیشگوئی میں کوئی اخفاء نہیں- تو یہ امر اس پیشگوئی کے جھوٹا ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی- جس طرح اور بیسیوں پیشگوئیاں ہیں جن کو دنیا تسلیم کرتی ہے مگر ان میں اخفاء کا کوئی پہلو نہیں- بے شک وہ مامورین جو ایسے وقت میں ظاہر ہوتے ہیں- جب کفر دنیا میں پھیل چکا ہوتا ہے ان کی آمد سے تعلق رکھنے والی پیشگوئیوں میں اخفا ضروری ہوتا ہے تا کہ لوگوں کے ایمان کی آزمائش ہو مگر جب ایک نبی کے تسلسل میں ہی ایک اور نبی کا زمانہ آ جائے یا غیر نبی کا زمانہ آ جائے تو اس وقت کوئی خاص جھگڑا رونما نہیں ہوتا اس لئے اس سے تعلق والی پیشگوئیوں میں اخفاء بھی نہیں ہوتا- مثلاً حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں- رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرا منشاء تھا کہ میں ابوبکرؓ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دوں- مگر پھر میں نے اس میں دخل دینا مناسب نہ سمجھا- کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کی طرف مومنوں کے دلوں کو نہیں جھکائے گا یہ بھی ایک ایسی پیشگوئی تھی جس میں کوئی اخفا نہ تھا یا مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق آپؐ نے فرمایا کہ اے عثمانؓ خدا تجھے خلافت کا جبہ پہنائے گا- لوگ اس کو اتارنے کی کوشش کریں گے مگر تو اس جبہ کو نہ اتاریو یہ بھی ایک ایسی پیشگوئی تھی جس میں کوئی اخفا نہ تھا اور جس کے ظہور پر کوئی مخالفت نہ ہوئی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو بھی سب لوگوں نے تسلیم کر لیا اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کو بھی سب لوگوں نے مان لیا-

اسی طرح پہلے انبیاء کے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے ان کے زمانہ میں حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے- آپ نے ان کی تصدیق بھی کی اور بیعت بھی کی - چنانچہ آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت حضرت یحییٰ علیہ السلام کو مانتی چلی آتی ہے کسی عیسائی سے پوچھ کر دیکھ لو کہ وہ یحییٰ پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں یہی پتہ لگے گا کہ وہ یحییٰ پر ایمان رکھتا ہے بتاؤ اس میں کونسا اخفا تھا یا کونسی مخالفت تھی جو یحییٰ کی ہوئی- حضرت یحییٰ کی اس لئے مخالفت نہیں ہوئی کہ وہ کسی ایسے زمانہ میں نمودار نہیں ہوئے جب کفر اور شرک دنیا پر چھایا ہوا ہوتا ہے- اور لوگوں کے ایمان کی آزمائش ضروری ہوتی ہے- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کے ایمان کی آزمائش ہوئی اور جب انہوں نے عیسیٰ کو مان لیا تو یحییٰ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی وجہ سے ہی قبول کر لیا- انہیں زائد جدوجہد اپنے دعویٰ کی اشاعت کے لئے نہیں کرنی پڑی-

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بے شک لوگوں کو ابتلاء پیش آیا مگر ہارونؑ کے متعلق لوگوں کو کیا ابتلاء پیش آیا تھا یا یوشع کے متعلق لوگوں کو کچھ ابتلاء پیش آیا تھا یا حضرت داؤدؑ کے بعد جب حضرت سلیمانؑ کھڑے ہوئے تو لوگوں کو کون سی نئی ٹھوکر لگی تھی وہی جماعت جس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مانا ہوا تھا اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی مان لیا- تاریخ سے قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت سلیمانؑ کے کھڑے ہونے پر کوئی نیا ابتلاء پیش آیا ہو- لوگوں کے ایمان کی آزمائش اسی وقت ہوتی ہے- جب کفر و شرک کے غلبہ کی وجہ سے ایمان مشتبہ ہو چکا ہوتا ہے مگر جب ایک نبی کے ذریعہ جماعت قائم ہو جائے- ایمان کی آزمائش ہو جائے تو اس کے بعد اسی تسلسل میں خواہ کوئی نبی کھڑا ہو یا غیر نبی لوگوں کو نئے طور پر کوئی ابتلاء پیش نہیں آتا بلکہ وہی جماعت جو ایک نبی کو مان رہی ہوتی ہے دوسرے پر بھی ایمان لے آتی ہے اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو بھیجا اور لوگوں کا امتحان لیا اب ایک جماعت موجود ہے- کثرت سے رفقاء حضرت مسیح موعود ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان اور اخلاص پایا جاتا ہے- اس وقت یہ ضرورت نہیں کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ لوگوں کا امتحان لے اور دوبارہ بعض کو پاس کرے اور بعض کو فیل کرے معترض یہ تو کہہ سکتا ہے کہ مصلح

موعود کسی اور زمانہ میں آئے گا مگر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مصلح موعود اگر اس زمانہ میں ظاہر ہوا اور اس کی مخالفت نہ ہو تو یہ امر اس کے جھوٹے ہونے کا ثبوت ہوگا۔ کیونکہ میں بتا چکا ہوں کہ لوگوں پر ابتلاء اسی وقت آتا ہے جب کوئی مامور اس زمانہ میں کھڑا ہو جب ظلمت چھائی ہوئی ہوتی ہے اور کفر و ایمان کی آپس میں جنگ ہوتی ہے لیکن جب کسی نبی کے ذریعہ ایک جماعت قائم ہو جائے تو اس کے بعد اسی تسلسل میں خواہ کوئی نبی آئے یا غیر نبی اس کی مخالفت نہیں ہوتی بلکہ خود ایک نبی کے مختلف دعووں پر ایک جیسی مخالفت نہیں ہوتی۔ جب رسول کریم ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا تو اس وقت بے شک آپ کی مخالفت ہوئی مگر جب آپ نے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمایا تو اس وقت لوگوں کو کونسا نیا ابتلاء پیش آیا تھا۔ یہ خیال کہ مامور کی مخالفت ضرور ہوتی ہے۔ صرف اس کے متعلق ہے جو ایسے وقت میں آئے جب لوگ اپنے ایمان کو کھو چکے ہوتے ہیں اور جس کا کام کسی کو مومن اور کسی کو کافر بنانا ہوتا ہے۔ جب ایسا نبی آئے گا تو ضرور بعض لوگوں کو ٹھوکر لگے گی۔ مگر اور مصلحین کے متعلق یہ اصل ضروری نہیں۔

مثلاً حضرت خلیفہ اول جب کھڑے ہوئے تو آپ کو ساری جماعت نے مان لیا۔ اسی طرح جب میرا زمانہ آیا تو گو ایک حصہ نے شدید مخالفت کی مگر یہ مخالفت اتفاقی تھی۔ اس قسم کی مخالفت نہ تھی جو انبیاء کے آنے پر ہوتی ہے جنہوں نے ایمان کو از سر نو قائم کرنا ہوتا ہے۔ درحقیقت ابتلا بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک ابتلاء تو اتفاقی ہوتے ہیں۔ جیسے رسول کریم ﷺ کا ایک کاتب وحی تھا جو مرتد ہو گیا۔ اب اس کی یہ ٹھوکر اس لئے نہ تھی کہ آپ نبی تھے بلکہ اتفاقیہ طور پر اسے ٹھوکر لگ گئی۔ مگر ابوجہل کی ٹھوکر یا عتبہ اور شیبہ کی ٹھوکر وہ تھی جو نبی کے زمانہ میں لوگوں کو پیش آتی ہے اور جو نبی کی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہے اسی طرح حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں لوگوں کا آپ کی متواتر مخالفت کرنا آپ کی (ماموریت) کا ثبوت تھا۔ مگر میری مخالفت جو خلافت کے زمانہ میں ہوئی۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی۔ جیسے حضرت خلیفہ اول کو اگر سب لوگوں نے مان لیا اور کسی نے آپ کی مخالفت نہ کی تو یہ بھی ایک اتفاقی امر تھا۔ بہر حال دو الگ الگ زمانوں میں الگ الگ کیفیات کا ظہور ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نبی کے ذریعہ مخلصین کی ایک جماعت قائم ہو جائے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ایمانوں کو متزلزل کرنے والی آزمائش ان پر نہیں ڈالتا۔ چنانچہ اس تسلسل میں اگر کوئی نبی یا غیر نبی آ جائے تو اس کی وہ مخالفت نہیں ہوتی۔ جو ان انبیاء کی ہوتی ہے جو کفر و شرک کے دور میں اللہ تعالیٰ کے جلال کو ظاہر کرنے کے لئے آتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تو مخالفت ہوئی۔ مگر ہارون اور یوشع کو بغیر مخالفت کے ہی اس جماعت نے مان لیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ قائم ہوئی تھی۔

پھر بے شک ہر پیشگوئی میں اخفا کا ہونا ضروری نہیں مگر مصلح موعود کی جو پیشگوئی ہے اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اس میں اخفا کا کوئی پہلو نہیں کیونکہ اس پیشگوئی کے بعض پہلو ایسے بھی ہیں جن میں اخفاء پایا جاتا ہے۔ مثلاً مصلح موعود کی ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ یہ علامت ایسی ہے جو میرے سب بچوں میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ میرے متعلق تو فرماتے کہ میں نے تین کو چار اس طرح کیا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب پہلے بیٹے ہوئے۔ مرزا فضل احمد صاحب دوسرے۔ بشیر اول تیسرا اور میں چوتھا۔ میاں بشیر احمد صاحب کے متعلق فرماتے کہ وہ بھی تین کو چار کرنے والے ہیں اور وہ اس طرح کہ آپ نے صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔ گویا مرزا سلطان احمد صاحب ایک مرزا فضل احمد صاحب دو میں تیسرا اور میاں بشیر احمد صاحب چوتھے۔

میاں شریف احمد صاحب کے متعلق فرماتے کہ وہ بھی تین کو چار کرنے والے ہیں۔ اور وہ اس طرح کہ آپ نے اپنی پہلی بیوی کے لڑکے مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد صاحب چھوڑ دیئے اور باقی سارے لڑکے زندہ اور فوت شدہ شمار کر لئے چنانچہ بشیر اول پہلا لڑکا ہوا میں دوسرا۔ میاں بشیر احمد صاحب تیسرے اور میاں شریف احمد صاحب چوتھے۔ اور مبارک احمد کے متعلق فرماتے کہ وہ بھی تین کو چار کرنے والا ہے اور وہ اس طرح کہ آپ نے پہلی بیوی کی اولاد کو چھوڑ کر موجودہ لڑکوں میں سے صرف زندہ لڑکے شمار کر لئے اور بشیر اول متوفی کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ میں پہلا ہوا۔ میاں بشیر احمد صاحب دوسرے ہوئے۔ میاں شریف صاحب تیسرے اور مبارک احمد چوتھا۔ غرض بعض حصے اس پیشگوئی کے بھی ایسے ہیں۔ جن میں اخفا پایا جاتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس پیشگوئی میں کسی قسم کا اخفا نہیں ہے۔

(الفضل 6 مئی 1960ء)

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے

نام بھی محمود تیرا کام بھی محمود ہے
اس سے ثابت ہے کہ تو ہی مصلح موعود ہے

تو مسیحی نفس بھی اور روح الحق بھی تو
اور اولوالعزمی بھی تیری ذات میں موجود ہے

تو ہے قدرت اور رحمت اور قربت کا نشاں
تیری آمد سے نمایاں عظمت معبود ہے

مجتمع ہیں ذات میں تیری دوگونہ نعمتیں
مصلح موعود ابن مہدیٔ مسعود ہے

حسن اور احسان میں ہے تو مسیحا کا نظیر
تیرا شاہد خود مسیحا اور تو مشہود ہے

اس میں جو تنویر جلتے ہیں فغاں کرتے نہیں
عشق بھی آتش ہے لیکن آتش بے دود ہے

روشن دین تنویر

وہ مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایک عظیم روحانی مصلح کی حیثیت سے

حضور نے علم وعرفان کی مشعلیں روشن کیں، دل پاک کئے اور لوگوں کو خدا کا متوالا بنا دیا

عبدالسمیع خان ۔ ایڈیٹر روزنامہ الفضل

مصلح موعود کی پچاس سے زائد علامات اور خصوصیات تمام کی تمام اس بابرکت وجود کی زبردست قوت اصلاح اور انقلاب انگیز شخصیت کی غماز ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل جملہ نمایاں طور پر اس موعود کے روحانی مصلح ہونے کا اعلان عام کررہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

''وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا''

یہ وہ تزکیہ نفس کا مضمون ہے جو ہر مامور من اللہ کا بنیادی اور حقیقی فریضہ ہے۔ اپنے آقا و مطاع کے طفیل مصلح موعود کو وہ خاص طاقت عطا فرمائی گئی تھی جس کی مدد سے آپ نے ہزاروں لاکھوں انسانوں کے دلوں کو پاک کیا اور انہیں خدائے واحد کا والہ وشیدا بنا دیا۔ آیئے اس کے چند پہلو اور واقعاتی شہادتیں ملاحظہ کریں۔

محبت الٰہی کا آئینہ

تزکیہ نفس کرنے والے کے لئے خدا کی طرف سے تزکیہ یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اس پہلو سے جب آپ مصلح موعود کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل ایک مصفّٰی اور شفاف آئینہ تھا جس میں خدا کی تجلیات اور اعلیٰ صفات جھلکتی تھیں۔ آپ کی روح کو ہر غیر اللہ سے کلی طور پر پاک کر دیا گیا تھا۔ 11 سال کی عمر میں نماز پر کاربند رہنے کا وعدہ کیا اور ساری عمر اسے نبھایا (سوانح فضل عمر جلد اول ص 97)

بچپن میں رات کو لمبے لمبے سجدوں کی واحد دعا یہ تھی کہ اے خدا مجھے میری زندگی میں دین کو زندہ کر کے دکھا۔ (سوانح فضل عمر جلد اول ص 151)

جوانی میں 4،4 گھنٹے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 ص 486)

17 سال کی عمر میں ایک فرشتے نے آپ کو سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی اور آپ کے قلب میں بیج کی طرح قرآن کے علوم نقش کر دیئے جن کے آپ ساری عمر حسب حالات دریا بہاتے رہے اور دنیا بھر کو قرآنی علوم میں مقابلہ کا چیلنج دیتے رہے مگر کوئی مقابل پر نہ آیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 66)

آپ نے 200 سے زائد کتب و رسائل تحریر فرمائے جنہوں نے لاکھوں دلوں کو پاک کر کے خدائے لم یزل کا عاشق بنا دیا۔ آپ نے اپنی کتب تعلق باللہ، عرفان الٰہی، ذکر الٰہی، منہاج الطالبین، تفسیر کبیر، فضائل القرآن میں وہ نادر موتی پروئے کہ روحانی بیماروں کے لئے شفا کا مستقل سامان کر دیا۔

سرفروشوں کی جماعت تیار کی

آپ کے علم وعرفان نے محض دماغوں کو فتح نہیں کیا بلکہ دلوں میں محبت الٰہی اور خدمت دین کی ایسی لو لگائی کہ وہ جاں نثار اپنا تن من دھن لے کر آپ کے اشارہ ابرو پر قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

آپ نے اپنے دور خلافت میں 100 سے زائد تربیتی اور روحانی تحریکات جاری فرمائیں۔ نمازوں کا عشق جگایا، تہجد کے لئے بیدار کیا، قرآن کے معارف سنائے۔ الہامات اور غیبی خبروں سے ایمانوں کو جلا بخشی یہی وجہ تھی کہ جب 1923ء میں آپ نے تحریک شدھی کے مقابلہ کے لئے 150 سرفروشوں کی تحریک کی تو 1500 خدام نے لبیک کہا۔ جن میں ڈاکٹرز، پروفیسرز، وکیل، صحافی اور زندگی کے متعدد پیشوں سے تعلق رکھنے والے معززین سرفہرست تھے جو اپنے تمام اخراجات خود برداشت کرتے، کھانے خود پکاتے، میلوں پیدل چلتے، کئی کئی وقت فاقے کرتے۔ چلچلاتی دھوپ میں سر پر سامان اٹھا کر سفر کرتے اور دین کی خدمت کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔

ہندوؤں نے ایمان پر ڈٹی رہنے والی مائی جمیّا کی فصل کاٹنے سے انکار کر دیا تو یہی بی اے اور ایم اے وکیل اور ڈاکٹر جنہوں نے کبھی زرعی آلات کو ہاتھ نہ لگایا تھا درانتیاں لے کر فصل کاٹنے لگے۔ ہاتھ زخمی کر لئے پاؤں چھلنی کر لئے مگر دین کی غیرت کا حق ادا کر دیا۔ تزکیہ نفس اسے ہی تو کہتے ہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 354، 355)

ایک بنگالی نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بوڑھا ہوں اور میرے بیٹے راجپوتانہ میں دعوت الی اللہ کے لئے شاید اس لئے وقف نہ کر رہے ہوں کہ مجھے تکلیف ہوئی مگر خدا کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے 10 بیٹے ہوں اور وہ سارے کے سارے خدمت دین کرتے ہوئے مارے جائیں تب بھی میں کوئی غم نہیں کروں گا بلکہ میں خود بھی خدا کی راہ میں مارا جاؤں تو میرے لئے عین خوشی کا موجب ہوگا۔

(الفضل 15 مارچ 1923ء)

اس احمدی عورت کو بھی یاد کریں جس نے دشمن کے حملہ کے دن اپنے چاروں چھوٹے بچوں کو تیار کیا اور انہیں عید کے دن کی طرح اچھے کھانے کھلائے اور کہا کہ اب جاؤ اور احمدیت پر قربان ہو جاؤ۔ اور جس طرح میں نے تمہاری عید بنائی تم میری عید بنا دو۔

(الفضل 8 مئی 1983ء)

حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کو 1924ء میں کابل میں شہید کیا گیا۔ انہوں نے قید خانہ سے حضور کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ جوں جوں اندھیرا بڑھتا ہے خدا میرے لئے نور کو روشن تر کرتا جاتا ہے۔ دعا کریں کہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ دین پر قربان ہو جائے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 476)

اس واقعہ شہادت کے بعد حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے حضور کی خدمت میں خط لکھا کہ حضرت مولوی نعمت اللہ خان صاحب کی شہادت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے مجھے موقع دیں کہ اس جگہ کو پر کروں اور دین کا پیغام پہنچاتے ہوئے قربانی پیش کروں۔

(خالد دسمبر 85ء ص 181)

دنیا کی محبت سرد کردی

روحانی احیاء اور دنیا کی محبت سرد ہونے کا ایک ثبوت جماعت احمدیہ کی عظیم مالی قربانیاں ہیں۔ جن کی بنا حضرت مسیح موعود نے ڈالی اور جن پر ایک عالیشان عمارت حضرت مصلح موعود نے تعمیر کی جس کا ہر کمرہ احمدیوں کے پرخلوص مال سے لبریز ہے۔

حضور نے 52 سالہ دور میں 56 بڑی بڑی مالی تحریکات کیں اور ان میں سے ہر ایک کا دامن چھلکا پڑتا ہے۔ تحریک جدید اپنے وقت کا بہت بڑا مطالبہ تھا جس کی مالیت 27 ہزار تھی مگر جماعت نے ایک لاکھ روپیہ پیش کر دیا۔ ایک پٹھان عورت حضور کی خدمت میں دو روپے لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یہ دوپٹہ دفتر کا ہے یہ پاجامہ دفتر کا ہے۔ یہ جوتی دفتر کا ہے میرا قرآن بھی دفتر کا ہے۔ میری ہر ایک چیز مجھے بیت المال سے ملا ہے۔ (الفضل 21 فروری 1923ء)

حضور نے بیت الفضل لندن کے لئے 7 جنوری 20ء کو چندہ کے لئے تحریک کی اور تھوڑے عرصہ میں بہت سا روپیہ جمع ہو گیا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے ایڈیٹر اخبار ''تنظیم امرتسر'' عبدالمجید قرشی صاحب نے لکھا۔

تعمیر (بیت الذکر) کی تحریک 6 جنوری 1920ء میں امیر جماعت احمدیہ نے کی۔ اس سے زیادہ مستعدی اس سے زیادہ ایثار اور اس سے زیادہ سمع واطاعت کا اسوہ حسنہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ 10 جون تک ساڑھے اٹھہتر ہزار روپیہ نقد اس کار خیر کے لئے جمع ہو گیا تھا کیا یہ واقعہ نظم وضبط امت اور ایثار وفدائیت کی حیرت انگیز مثال نہیں۔ (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 4 ص 253)

وقف زندگی اور دعوت الی اللہ کا نظام

مصلح موعود کے متعلق یہ پیشگوئی بھی تھی کہ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ اس کی تعبیر اس طرح ظاہر ہوئی کہ حضور نے جماعت میں وقف زندگی کا ایک مستقل نظام جاری فرمایا جس پر لبیک کہتے ہوئے سینکڑوں نوجوانوں نے دیار غیر میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اور بعضوں نے تو وہیں پر قبروں کی جگہ حاصل کی۔

آپ کے زمانہ میں 46 ممالک میں جماعت کے مشن قائم ہوئے جو آج 175 کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک مشن کی تاریخ لازوال قربانیوں اور عظیم مصلح کی پرشوکت قیادت کا نشان ہے۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب علی سارے افریقہ کے مشنری انچارج تھے 1945 میں قادیان آئے تو آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ نوجوانوں کو ہماری قبریں آوازیں دیں گی کہ آؤ اور اس ملک کو فتح کرو جس پر ہم نے چند گز قبر کی شکل میں قبضہ کر لیا ہے۔

(الفضل 27 دسمبر 45ء)

چنانچہ وہ سیرالیون میں ہی دفن ہوئے اور ان کی قبر

نوجوانوں کو مہمیز لگاتی رہتی ہے۔

سپین میں حکومتی پابندیوں، نامساعد حالات، مالی دشواریوں کے باوجود کرم الٰہی صاحب ظفر نے عطر بیچ کر دین کا جھنڈا سربلند کیا۔ یہی حال تمام مربیان کا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد نازک حالات میں فرانس اور کئی دوسرے مشنوں کو بند کرنے کا فیصلہ کیا گیا مگر مجاہدین نے اس عزم کا اظہار کیا کہ وہ مرکز پر بوجھ ڈالے بغیر دعوت الی اللہ کا کام جاری رکھیں گے۔

(تاریخ احمدیت جلد 12 ص 22)

روس میں حضرت مولانا ظہور حسین نے شدید اذیتوں، قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود دعوت الی اللہ کی مشعل جلائے رکھی۔ تاشقند کی جیل میں قیدیوں کی ایک بڑی تعداد نے احمدیت قبول کی اور جیسے جیسے وہ جیل سے چھوٹتے گئے شہر میں ایک معقول تعداد میں جماعت بن گئی اور روسی حکومت اس نوجوان مظلوم پر جوش مربی سے خوفزدہ ہوگئی۔

(مجاہد بخارا مولوی ظہور حسین از کریم ظفر ملک ص 64,60)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب شمع ایمان جلانے کے لئے 1920ء میں امریکہ کی بندرگاہ فلاڈلفیا پہنچے تو شہر میں داخلہ کی اجازت نہ ملی اور ایک مکان میں نظر بند کر دیئے گئے جہاں کئی انگریز بھی تھے آپ کی دعوت الی اللہ سے دو ماہ کے اندر 15 افراد احمدی ہو گئے۔ اور متعلقہ افسر نے خوفزدہ ہو کر آپ کو ملک میں داخلہ کی اجازت دے دی۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 250)

یہی وہ وقت تھا جب مصلح موعود نے قادیان میں امریکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

امریکہ میں ایک دن (کلمہ طیبہ) کی صدا گونجے گی اور ضرور گونجے گی۔ (الفضل 15 را پریل 1920ء)

مصلح موعود کی عاجزانہ دعاؤں اور آپ کے سرفروشوں کی جدوجہد سے آج امریکہ میں ایک منظم، مخلص اور فدائی جماعت موجود ہے۔

شام میں 1927ء میں حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس پر خنجر سے قاتلانہ حملہ ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 ص 525)

ماریشس میں حضرت حافظ جمال احمد صاحب نے 21 برس تک دعوت حق پہنچانے کے بعد 27 دسمبر 49ء کو وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 ص 191)

بہت سے ممالک ایسے تھے جہاں مربی بھیجنے کے بعد جماعت انہیں واپس بلانے کی استطاعت نہ رکھتی تھی۔ وہ جوان تھے اور اپنی کم عمر بیویوں کو پیچھے چھوڑ گئے اور مدتوں بعد جب واپسی کی توفیق ملی تو بیویوں کے بال چاندی سے بھر چکے تھے اور بچے اپنے باپوں کو پہچاننے سے قاصر تھے۔ یہ عظیم حوصلہ، قربانی اور موت کے منہ میں جانتے بوجھتے ہوئے چھلانگ لگا دینا کسی پرجوش مصلح اور دلوں میں اتر جانے والی محبت الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

313 سرفروش

تقسیم ہند کے بعد حضرت مصلح موعود نے تحریک فرمائی کہ ہم قادیان کسی صورت میں مکمل طور پر نہیں چھوڑیں گے اور ایسے جانبازوں کی ضرورت ہے جو جان ہتھیلی پر رکھ کر قادیان میں ٹھہر جائیں اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کریں حضور نے اپنے ایک بیٹے سمیت 313 احمدیوں کا وہاں ٹھہرنے کے لئے انتخاب فرمایا۔ چنانچہ 16 نومبر 47ء سے وہاں عہد درویشی کا آغاز ہوا۔ ان احمدیوں نے جس ایمان، استقامت اور فدائیت کا مظاہرہ کیا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے ایڈیٹر اخبار ریاست نے لکھا:-

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔ (مومنوں) کا (مومن) ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے مقام پر بھی کوئی (مومن) باقی نہ رہا وہ یا تو پاکستان چلے گئے یا قتل کر دیئے گئے تو.......... قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے...... جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات چھوڑنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلاخوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔ اب بھی.......... قادیان کے درویشوں کے اسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت و احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے''

(مرکز احمدیت قادیان۔ برھان احمد ظفر ص 280)

عظیم قوت قدسیہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے عظیم مصلح ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی قوت قدسیہ اور تربیت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے آپ کے دو بیٹوں کو منصب خلافت پر فائز فرمایا اور آپ کو معلوم تاریخ میں یہ منفرد اعزاز حاصل ہے۔ ہمارے علم میں کوئی ایسا فرد نہیں جس کے دو بیٹے یکے بعد دیگرے خلافت حقہ کے مظہر بنے ہوں۔

آپ نے خدا سے اطلاع پا کر یہ بھی خبر دی تھی کہ میرے بعد خدا میرے دو بیٹوں کو ان عظیم مناصب پر فائز کرے گا۔

(عرفان الٰہی۔ انوار العلوم جلد 4 ص 288)

خدا کے فضل سے ناصر میں بھی وہی روشنی تھی اور آج طاہر میں بھی وہی نور ہے جس کا اولین مظہر اس زمانہ میں مسیح موعود تھا اور جس کی ایک بلندتر شاخ محمود کے وجود

میں ظاہر ہوئی۔ آج حضرت طاہر انہی راستوں پر چل کر دنیا کی اصلاح اور تزکیہ میں مشغول ہیں۔

اصلاح کا دائمی نظام

حضرت مصلح موعود کی اصلاحی قوتوں کا ایک دائمی ثبوت یہ ہے کہ آپ نے جماعت میں اصلاح اور تزکیہ کے 2 مستقل نظام قائم فرمائے۔ ایک صدر انجمن احمدیہ میں نظارتیں اور دوسرا ذیلی تنظیموں کا قیام۔ ان کے اجراء سے قبل حضور نے انسانی جسم کے فطری نظام کا مطالعہ کرنے کے لئے فزیالوجی اور اناٹومی کی کئی کتب پڑھیں اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم میں ہنگامی صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے بکثرت متبادل راستے تجویز کر رکھے ہیں مثلاً اگر ایک شریان بند ہو جائے تو اس کی جگہ دوسری شریان لے لیتی ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 ص 127)

اسی اصول کے مطابق آپ نے صدر انجمن احمدیہ میں نظارتیں قائم کیں جو نظام کی نمائندہ ہیں اور دوسری طرف ذیلی تنظیمیں جو عوام کی نمائندہ ہیں آپ ان کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"یاد رکھو اگر اصلاح جماعت کا سارا دارومدار نظارتوں پر ہی رہا تو جماعت احمدیہ کی زندگی کبھی لمبی نہیں ہوسکتی۔ یہ خدائی قانون ہے جو کبھی بدل نہیں سکتا کہ ایک حصہ سوئے گا اور ایک حصہ جاگے گا۔ ایک حصہ غافل ہوگا اور ایک حصہ ہوشیار ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے دنیا کو گول بنا کر فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے قانون میں یہ بات داخل ہے کہ دنیا کا ایک حصہ سوئے اور ایک حصہ جاگے .... یہی نظام اور عوام کے کام کا تسلسل دنیا میں دکھائی دیتا ہے جو درحقیقت پرتو ہیں تقدیر اور تدبیر کے۔ کبھی عوام سوتے ہیں اور نظام جاگتا ہے اور کبھی نظام سوتا ہے اور عوام جاگتے ہیں۔ اور وہ وقت بڑی بھاری کامیابی اور فتوحات کا ہوتا ہے۔ وہ گھڑیاں جب کسی قوم پر آتی ہیں۔ جب نظام بھی بیدار ہوتا ہے اور عوام بھی بیدار ہوتے ہیں تو وہ اس قوم کے لئے فتح کا زمانہ ہوتا ہے وہ اس قوم کے لئے کامیابی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ اس قوم کے لئے ترقی کا زمانہ ہوتا ہے۔ وہ شیر کی طرح گرجتی اور سیلاب کی طرح بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہر روک جو اس کے راستہ میں حائل ہوتی ہے اسے مٹا ڈالتی ہے۔ ہر عمارت جو اس کے سامنے آتی ہے اسے گرا دیتی ہے۔ ہر چیز جو اس کے سامنے آتی ہے اسے بکھیر دیتی ہے اور اس طرح وہ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف۔ اس طرف بھی اور اس طرف بھی بڑھتی چلی جاتی ہے اور دنیا پر اس طرح چھا جاتی ہے کہ کوئی قوم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مگر پھر ایک وقت ایسا آ جاتا ہے جب نظام سو جاتا ہے اور عوام جاگتے ہیں یا عوام سو جاتے ہیں اور نظام جاگتا ہے اور پھر آخر میں وہ وقت آتا ہے جب نظام بھی سو جاتا ہے اور عوام بھی سو جاتے ہیں تب آسمان سے خدا تعالیٰ کا فرشتہ اترتا ہے اور اس قوم کی روح کو قبض کر لیتا ہے۔ یہ قانون ہمارے لئے بھی جاری ہے۔ جاری رہے گا اور کبھی بدل نہیں سکے گا۔ پس اس قانون کو دیکھتے ہوئے ہماری پہلی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ ہمارا نظام بھی بیدار رہے اور ہمارے عوام بھی بیدار رہیں اور درحقیقت یہ زمانہ اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ خدا کا مسیح ہم میں ابھی قریب ترین زمانہ میں گزرا ہے۔ اس لئے اس زمانہ کے مناسب حال ہمارا نظام بھی بیدار ہونا چاہئے اور ہمارے عوام بھی بیدار ہونے چاہئیں۔ مگر چونکہ دنیا میں اضمحلال اور قوتوں کا انکسار انسان کے ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ اس لئے عوام کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ نظام کو جگاتے رہیں اور نظام کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ وہ عوام کو جگاتا رہے۔ تا خدانخواستہ اگر ان دونوں میں سے کوئی سو جائے۔ غافل ہو جائے اور اپنے فرائض کو بھول جائے تو دوسرا اس کی جگہ لے لے۔ اور اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ اس دن کو بعید کر دیں جب نظام اور عوام دونوں سو جاتے ہیں اور خدائی تقدیر موت کا فیصلہ صادر کر دیتی ہے۔ پس دونوں کو اپنے اپنے فرض ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تا کہ اگر دونوں نہ جاگیں تو کم از کم ایک تو جاگے۔ اور اس طرح وہ دن جو موت کا دن ہے ہم سے زیادہ سے زیادہ دور رہے"۔

(الفضل 17 نومبر 1943ء)

پس خدام الاحمدیہ، اطفال الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ جماعت احمدیہ کی چار دیواری ہیں جو خلافت کی چھت اور صدر انجمن احمدیہ کی رہنمائی میں کام کر رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ خدام جوش اور امنگ کی علامت ہیں۔ اور قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ اور انصار حکمت اور تجربہ کے مظہر ہیں۔ اسی طرح لجنہ سلیقہ اور ترتیب کی نمائندہ ہے۔ اور ان چاروں تنظیموں کے درمیان مسابقت کی ایک دوڑ جاری ہے جو جماعت کو مسلسل آگے بڑھائے جا رہی ہے۔

مختلف تنظیموں سے صحیح فائدہ اٹھانے کی صلاحیت ان کی کامیابی اور موثر رہنمائی اور اس کے شاندار نتائج۔ یہ ایسے واضح حقائق تھے جن سے اپنے تو اپنے غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ جماعت احمدیہ کی مخالفت میں بدنامی کی حد تک شہرت یافتہ مجلس احرار کا ترجمان "زمزم" جماعت کی اس قابل رشک تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے بصد حسرت و یاس لکھتا ہے:-

"ایک ہم ہیں کہ ہماری کوئی بھی تنظیم نہیں اور ایک وہ ہیں کہ جن کی تنظیم در تنظیم کی تنظیمیں ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ آوارہ منتشر اور پریشان ہیں۔ ایک وہ ہیں کہ حلقہ در حلقہ محدود و محصور اور مضبوط اور منظم ہیں۔ ایک حلقہ احمدیت ہے۔ اس میں چھوٹا بڑا زن و مرد۔ بچہ بوڑھا۔ ہر احمدی مرکز 'نبوت' پر مرکوز و مجتمع ہے۔ مگر تنظیم کی ضرورت اور برکات کا علم و احساس ملاحظہ ہو کہ اس جامع و مانع تنظیم پر بس نہیں۔ اس وسیع حلقہ کے اندر متعدد چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر ہر فرد کو اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ ہل نہ سکے۔ عورتوں کی مستقل جماعت لجنہ اماء اللہ ہے۔ اس کا مستقل نظام ہے۔ سالانہ جلسہ کے موقعوں پر اس کا جداگانہ سالانہ جلسہ ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ نوجوانوں کا جدا نظام ہے۔ پندرہ تا چالیس سال کے ہر فرد جماعت کا خدام الاحمدیہ میں شامل ہونا ضروری ہے۔

چالیس سال سے اوپر والوں کا مستقل ایک اور حلقہ ہے۔ انصار اللہ جس میں چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان تک شامل ہیں۔ میں ان واقعات اور حالات میں مسلمانوں سے صرف اس قدر دریافت کرتا ہوں کہ کیا ابھی تمہارے جاگنے اور اٹھنے اور منظم ہونے کا وقت نہیں آیا؟ تم نے ان متعدد مورچوں کے مقابلہ میں کوئی ایک بھی مورچہ لگایا؟ حریف نے عورتوں تک کو میدان جہاد میں لا کھڑا کیا۔ میرے نزدیک ہماری ذلت و رسوائی اور میدان کشاکش میں شکست و پسپائی کا ایک بہت بڑا سبب یہی غلط معیار شرافت ہے"

(سوانح فضل عمر جلد 2 ص 51)

اسی طرح لجنہ کے متعلق تحریک سیرت کے مشہور لیڈر عبدالمجید قرشی نے اپنے اخبار "تنظیم" امرتسر میں لکھا:-

"لجنہ اماء اللہ قادیان" احمدیہ خواتین کی انجمن کا نام ہے۔ اس انجمن کے ماتحت ہر جگہ عورتوں کی اصلاح مجالس قائم کی گئی ہیں۔ اور اس طرح پر ہر وہ تحریک جو مردوں کی طرف سے اٹھتی ہے خواتین کی تائید سے کامیاب بنائی جاتی ہے اس انجمن نے تمام خواتین کو سلسلہ کے مقاصد کے ساتھ عملی طور پر وابستہ کر دیا ہے۔ عورتوں کا ایمان مردوں کی نسبت زیادہ مخلص اور مربوط ہوتا ہے۔ عورتیں مذہبی جوش کو مردوں کی نسبت زیادہ محفوظ رکھ سکتی ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کی جس قدر کارگزاریاں اخبار میں چھپ رہی ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیوں کی آئندہ نسلیں موجودہ کی نسبت زیادہ مضبوط اور پرجوش ہوں گی اور احمدی عورتیں اس چمن کو تازہ دم رکھیں گی۔ جس کا مرور زمانہ کے باعث اپنی قدرتی شادابی اور سرسبزی سے محروم ہونا لازمی تھا"

(تاثرات قادیان ص 173)

لجنہ کے ماہنامہ "مصباح" کو پڑھ کر ایک آریہ سماجی اخبار "تیج" کے ایڈیٹر نے یہ لکھا:-

"میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ہر ایک آریہ سماجی اس کو دیکھے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود (دین) کے (نعوذباللہ۔ ناقل) ظالمانہ حکم کے طفیل پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں مذہبی اخلاص اور جوش کس قدر ہے ہم استری سماج قائم کر کے مطمئن ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہماری استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقت ہے۔ مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ احمدی خواتین ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اس قدر قابل تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔ چند سال ہوئے ان کے امیر نے ایک (بیت الذکر) کے لئے پچاس ہزار روپے کی اپیل کی اور یہ قید لگا دی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندہ سے ہی پوری کی جائے چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے پچاس ہزار کی بجائے پچپن ہزار روپیہ (دراصل ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ۔ ناقل) جمع کر دیا"۔

(سوانح فضل عمر جلد 2 ص 383)

الغرض حضرت مصلح موعود نے ہر پہلو سے دنیا کی اصلاح اور تربیت کے سامان کئے۔ جو ابدالآباد تک اس مقدس وجود کی یاد دلاتے رہیں گے۔ اور ایک وقت دنیا یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی کہ حضرت مسیح موعود کی عظیم پیشگوئی کا مصداق مصلح موعود درحقیقت ایک عظیم مصلح تھا جس کی برکات اور جس کے جاری کردہ نظام نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔

مصلح موعود کی ایک عظیم الشان برکت

"اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"

مکرم مسعود احمد خان صاحب دہلوی سابق ایڈیٹر الفضل

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی جو عرف عام میں پیشگوئی مصلح موعود کے نام سے موسوم ہے اولوالعزمی میں شہرۂ آفاق اپنے رفیع الشان مصداق' اس کے محیر العقول انقلاب انگیز کارناموں اور ان کارناموں کے تاقیامت جاری رہنے والے عالمگیر اثرات کے لحاظ سے کرۂ ارض کی تقدیر بدلنے والی ایک بہت ہی عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ اس پیشگوئی پر آج جب کہ سو سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اس کے اصل اور حقیقی مصداق سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی اولوالعزمی اور آپ کے محیر العقول کارناموں اور ان کے نتیجہ میں عالمی سطح پر رونما ہونے والے انقلاب عظیم پر غور کیا جائے تو اس پیشگوئی کی عظمت و اہمیت آشکار ہوئے بغیر نہیں رہتی اور دل اس یقین سے پر ہو جاتا ہے کہ اب وہ دن دور نہیں ہے کہ جب نوع انسانی کے دین واحد پر آ جمع ہونے اور اس طرح (احمدیت) کے ساری دنیا میں غالب آنے سے واقعی اس کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے گی کیونکہ اس وقت پوری نوع انسانی کا ایک ہی دین ہوگا اور ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی وہی نبیوں کا سردار حضرت اقدس محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس پیشگوئی کے الہامی الفاظ کی رو سے مصلح موعود کا اصل کام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اٹھائی ہوئی بنیادوں پر غلبہ احمدیت کی رفیع الشان عمارت تعمیر کر کے پوری نوع انسانی کو حصار عافیت میں لانا تھا۔ مصلح موعود کی ظاہری اور باطنی برکتوں کے زمین پر پھیلنے کے تعلق میں اس کی جس خاص برکت پر مجھے فی الوقت روشنی ڈالنی ہے اس کی طرف پیشگوئی کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ

"اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا"

جہاں تک اسیروں کی رستگاری پر منتج ہونے والی مصلح موعود کی خاص برکت کا تعلق ہے یہ برکت اپنے ظاہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے اس شان سے ظاہر ہوئی کہ دنیا ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہی۔ اس خاص برکت کے یہ دونوں پہلو سیدنا حضرت المصلح الموعود کے دور خلافت میں اولاً علیحدہ علیحدہ وقتوں میں ظاہر ہو کر روحانی اسیروں اور جسمانی اسیروں کی رستگاری پر منتج ہوئے اور پھر ان دونوں پہلوؤں نے ایک ہی عظیم تر جلوے کی شکل اختیار کر کے اس کے نتیجہ میں رونما ہونے والے انقلاب کو بڑی شان سے اجاگر کر دکھایا۔

روحانی اسیروں کی رہائی کا

پس منظر

اسیروں کی رستگاری کے باطنی اور ظاہری ہر دو پہلوؤں پر روشنی ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس امر کو واضح کیا جائے کہ وہ کون سے اسیر تھے جنہیں مصلح موعود کی باطنی اور ظاہری برکت کے طفیل رستگاری نصیب ہونا تھی۔ اس ضمن میں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ

جس زمانہ میں مصلح موعود کے ظہور سے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی اس وقت مغرب کی ترقی یافتہ عیسائی طاقتوں نے ایشیا' افریقہ اور مشرق بعید کے بیشتر علاقوں کو اپنے زیر نگیں لا کر اور وہاں کے کروڑوں باشندوں کی آزادی سلب کر کے انہیں خود اپنے وطنوں میں سیاسی لحاظ سے اسیر بنا رکھا تھا۔ دوسری طرف ان عیسائی طاقتوں کے عالمگیر سیاسی غلبہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہاں کے عیسائی پادریوں نے ان علاقوں میں اپنے تبلیغی مشن قائم کر کے لوگوں کو عیسائی بنانے کی زبردست مہم جاری کی ہوئی تھی۔ اس مہم کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں انہیں مغرب کی عیسائی طاقتوں کی سرپرستی اور پشت پناہی حاصل تھی۔ اس طرح مشرقی اقوام و ملل کی جسمانی اسیری کے ساتھ ساتھ ان کی روحانی اسیری کا سلسلہ بھی زور شور سے جاری تھا۔ جو خود روحانی اسیر تھے وہ دوسری اقوام کے لوگوں کو جسمانی اسیری کے پہلو بہ پہلو روحانی اسیری کی زنجیروں میں بھی جکڑ رہے تھے۔ عیسائی پادریوں اور منادوں نے کرۂ ارض پر چھائی ہوئی عیسائی سلطنتوں کو مسیحیت کی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کر کے لوگوں کو عیسائیت کے جال کے اندر پھانسنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ اور وہ ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان کر رہے تھے کہ بیسویں صدی عیسائیت کے غلبہ کی صدی ہوگی حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی حرم کعبہ میں بھی جا داخل ہوگی۔ اس زمانہ میں برصغیر کی فضا مشہور و معروف امریکی مناد ڈاکٹر جان ہنری بیروز کے بلند بانگ دعاوی سے گونج رہی تھی۔ عیسائیت کے بے پناہ فروغ اور مستقبل قریب میں اس کے متوقع عالمگیر غلبہ سے متعلق بیروز کے لیکچروں اور دل خراش اعلانوں نے دیگر مذاہب کے پیروؤں کو بالعموم اور مسلمانوں کو بالخصوص لرزہ براندام کر رکھا تھا۔ صورت حال کی سنگینی کا اندازہ لگانے کے سلسلہ میں ڈاکٹر بیروز کی تقاریر کے دو مختصر اقتباس بطور نمونہ پیش کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مغرب کی عیسائی طاقتوں کے عالمگیر سیاسی غلبہ و استیلاء کی آڑ میں عیسائی چرچ کی زبردست مشنری سرگرمیوں کے باعث عیسائیت کو مشرقی ممالک میں جو بے پناہ فروغ حاصل ہو رہا تھا اس کا تعلّی آمیز انداز میں ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر بیروز نے عیسائیت کے ساری دنیا میں غالب آنے کی خوشخبری سناتے ہوئے اپنے ایک لیکچر میں کہا:۔

"عیسائی تہذیب کا پانی عرصہ دراز سے یورپ اور امریکہ کی بلند و بالا سرزمین میں جمع ہو رہا تھا اب وہ پانی ایک طوفانی دریا کی شکل میں افریقہ کے پیاسے صحراؤں اور ہندوستان کے میدانوں کی طرف نیز عیسائیت کی وسعت پذیر سلطنتوں کے دیگر نئے مفتوحہ علاقوں کی طرف زور شور کے ساتھ بہہ نکلا ہے۔ ہم میں سے بعض کے نزدیک اس بڑھتے ہوئے سیلاب کا شور حزقیل نبی کے اس مکاشفہ کے از سر نو پورا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس میں اسے ایک مقدس دریا دکھایا گیا تھا۔ یہ مقدس دریا اب آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ یہ مشرقی ممالک (یعنی ایشیا) کی طرف بھی بڑھے گا اور نیچے کی جانب صحراؤں (یعنی افریقہ) کا رخ بھی کرے گا حتیٰ کہ سمندروں کے کڑوے پانیوں کو بھی میٹھا کر دکھائے گا"۔ (بیروز لیکچرز ص 23)

پھر اسی لیکچر میں اس نے عیسائیت کی عالمگیر فتوحات کی وسعت اور ہمہ گیری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بھی اعلان کیا:۔

"وہ تمام ترقی جو انیسویں صدی میں عیسائیت کو نصیب ہوئی ہے وہ بہت سے مسیحیوں کے نزدیک ان فتوحات کی محض ایک خفیف سی جھلک ہے جو عیسائیت کو بیسویں صدی میں ملنی مقدر ہیں"۔

(بیروز لیکچرز ص 23)

روحانی اسیروں کی رہائی

ان کرب انگیز حالات میں مصلح موعود نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ڈالی ہوئی مستحکم بنیادوں پر غلبہ دین حق کی رفیع الشان عمارت تعمیر کرنا تھی۔ یہ صحیح ہے کہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ کی جاری کردہ غلبہ احمدیت کی آسمانی مہم کے نتیجہ میں جماعت احمدیہ آپ کے پیش کردہ نہایت درجہ وزنی اور محکم دلائل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہونے والے درخشندہ آسمانی نشانوں سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے عیسائیت کو ہندوستان کی سرزمین میں شکست فاش دے چکی تھی۔ جماعت احمدیہ کی اس عظیم الشان جدوجہد کے نتیجہ میں پورے ہندوستان کو عیسائیت کا حلقہ بگوش کرنے سے متعلق پادریوں کی امیدوں پر پانی پھر چکا تھا اور برصغیر کے مسلمان پادریوں کے دام تزویر میں پھنسنے سے محفوظ ہو چکے تھے۔ لیکن دین حق کو ساری دنیا میں غالب کرنے کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ اقوام شرق و غرب تک احمدیت کا پیغام پہنچا کر انہیں روحانی اسیری سے نجات نہ دلائی جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی 20 فروری 1886ء کی رو سے اقوام عالم کو روحانی اسیری سے نجات دلا کر حلقہ بگوش احمدیت کرنے کا اہم اور عظیم الشان کارنامہ انجام دینا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے حسن و احسان میں نظیر اولوالعزم فرزند یعنی مصلح موعود کے لئے مقدر کر رکھا تھا اور اس نے پہلے ہی سے اس کی خبر دے رکھی تھی۔ چنانچہ سیدنا حضرت المصلح الموعود نے 1914ء میں خلافت احمدیہ کی مسند جلیلہ پر متمکن ہونے کے بعد احمدیت کے پیغام کو زمین کے کناروں تک پہنچانے کا بیڑا اٹھایا اور اس راہ میں ایسی زبردست عزیمت اور اولوالعزمی کا ثبوت دیا کہ حالات کی نامساعدت اور وسائل کا فقدان آڑے نہ آ سکا۔

اس وقت چرچ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ عیسائیت کی تبلیغ کا جو کام عالمی سطح پر وہ عیسائی سلطنتوں کی سرپرستی اور بے پناہ مادی وسائل کے بل پر انجام دے رہا ہے اس پر پانی پھیرنے کے لئے ایک چھوٹی سی جماعت کے سرفروش مجاہد انتہائی کسمپرسی کے باوجود اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے وہ نہتے اور تہی دست ہوتے ہوئے بھی زمین کے کناروں تک جا پہنچیں گے اور نہ صرف یہ کہ کہیں بھی عیسائیت کے قدم جمنے نہیں دیں گے بلکہ اقوام عالم کی سعید روحوں کو احمدیت کا والہ و شیدا بنا کر روحانی اسیری سے ان کی رستگاری کا موجب بنتے چلے جائیں گے اور اس طرح ان کی مجاہدانہ کوششوں کے نتیجہ میں بیسویں صدی عیسائیت کے غلبہ کی نہیں بلکہ اس کی پسپائی اور ہزیمت کی صدی ثابت ہوئے بغیر نہ رہے گی۔

جہاں تک ساری دنیا کے روحانی اسیروں کو رہائی دلا کر انہیں احمدیت کی عافیت بخش آغوش میں لانے کا تعلق ہے اس کے لئے بے شک مالی وسائل اور افرادی قوت کا ہونا ضروری ہے لیکن اس اہم اور عظیم الشان کام

کی انجام دہی کا دارومدار مالی وسائل اور افرادی قوت سے کہیں بڑھ کر کارکنوں کے جذبہ اخلاص و وفا اور خدمت وفدائیت پر ہے- جان و مال، عزت و آبرو، عزیز واقارب اور وطن کو قربان کرنے کے جذبہ بے پناہ کے بغیر حق کو دنیا میں غالب کرنے کا انتہائی کٹھن کام انجام دیا ہی نہیں جا سکتا- سیدنا حضرت مصلح موعود کا عظیم الشان کارنامہ ہی یہ ہے کہ آپ نے اپنی خداداد قوت قدسیہ کی مدد سے افراد جماعت میں قربانی کے جذبہ کو اس شان سے ابھارا کہ وہ خدا کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہو گئے جماعت کے نوجوانوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو نبھاتے ہوئے آپ کی آواز پر خدمت دین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کرنے میں ذرہ بھر بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا- حضرت مصلح موعود نے پہلے افراد جماعت کے جذبۂ خدمت وفدائیت کو عمل و کردار کے سانچوں میں ڈھالا اور پھر تحریک جدید کی آسمانی تحریک نافذ کر کے دعوت حق کا ایک نہایت مستحکم عالمگیر نظام قائم فرمایا اور پھر مشرق و مغرب کے بیسیوں ممالک میں بیوت الذکر کی تعمیر اور مشنوں کے قیام کے ذریعہ دنیا بھر کے اسیروں کی رستگاری کی راہ ہموار کر دکھلائی- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے مغرب سے مشرق کی طرف عیسائی مشنریوں کے غول کے غول آیا کرتے تھے حضرت مصلح موعود کی اولوالعزمی کی بدولت مشرق سے مجاہدین احمدیت کے جتھے مغرب کے گوشہ گوشہ میں پہنچنے لگے- آپ کے اس عظیم الشان کارنامہ پر مغرب کے مذہبی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی- وہاں کے اخبارات عیسائی ممالک میں احمدی مربیان کی آمد اور احمدیہ مشنوں کے قیام کو خطرہ کی گھنٹی قرار دے کر عجیب و غریب خدشات کا اظہار کرنے لگے انہوں نے یہاں تک لکھا کہ یہ جماعت اور اس کی سرگرمیاں چرچ کے لئے ایک زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتی ہیں-

مثال کے طور پر 1960ء میں سوئٹزرلینڈ کے اخبار Freidenker میں ایک مضمون شائع ہوا- اس میں مضمون نگار نے لکھا:-

"آج ہم کسی ایسی صورت حال سے دوچار نہیں ہیں کہ عرب فوجیں چمکیلی اور خمدار تلواریں ہاتھوں میں لئے بوڑھے اور ضعیف یورپ کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہوں- آج (احمدیت) جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے- وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں- ہمارے زمانہ میں (دین) کا حملہ ان مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں جو ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے- ان دونوں براعظموں میں (دین) کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے- یہی وہ صورت حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور ان کی زندگی کو تلخ کرنے کا موجب بنی ہوئی ہے-

مزید برآں (دین) اپنی ان کامیابیوں پر جو اسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھا چلا آ رہا ہے وہ اس طرح کہ یہاں ہمارے درمیان اس کی (دعوت الی اللہ) کا سلسلہ جاری ہے- کلیسیا اس صورت حال پر بہت پریشان ہے اور اسے وہ اپنے لئے ایک چیلنج تصور کرتا ہے"-

حضرت مصلح موعود کا قائم کردہ اشاعت احمدیت کا نہایت مستحکم نظام اس وقت سے مسلسل ترقی کرتا چلا آ رہا ہے- یہ اس نظام ہی کی برکت ہے کہ خلافت ثالثہ کے زمانہ میں بھی اور اب خلافت رابعہ کے موجودہ دور میں بھی نئے نئے ملکوں اور نئے علاقوں میں نئے احمدیہ مشنوں کا قیام عمل میں آتا چلا گیا اور آتا چلا جا رہا ہے- حتیٰ کہ اب ان ملکوں کی تعداد جہاں احمدیہ مشن اور احمدیہ جماعتیں قائم ہیں اور جن میں جماعت کی طرف سے دعوت الی اللہ کا کام ہو رہا ہے 175 ہو چکی ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیا بھر میں روحانی اسیری سے نجات پانے والوں کی تعداد کروڑوں تک جا پہنچی ہے- مزید برآں افریقہ کے مختلف ممالک میں جماعت کے قائم کردہ درجنوں ہائر سیکنڈری سکول اور درجنوں ہی کی تعداد میں احمدیہ ہسپتال جسمانی اور روحانی بیماریوں کے علاج کے سلسلہ میں نہایت اہم کردار ادا کر رہے ہیں- اس طرح ہر آنے والا دن اس حقیقت کو روز روشن کی طرح عیاں کرتا چلا آ رہا ہے کہ مصلح موعود کی باطنی برکت کے طور پر دنیا کے ہر خطہ میں روحانی اسیروں کو رستگاری نصیب ہوتی چلی آ رہی ہے-

دنیاوی اسیروں کی رہائی

اب ہم آتے ہیں اسیروں کی رستگاری کے دوسرے پہلو کی طرف اور وہ ہے جسمانی اسیروں کی رہائی کا پہلو- یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں حضرت مصلح موعود لاکھوں لاکھ روحانی اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوئے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک ظاہری برکت کے طور پر آپ کی زندگی میں ہی کروڑوں کروڑ جسمانی اسیروں کی رستگاری کا سامان بھی کر دکھایا- ایسا کرنا بہت وسیع پیمانہ پر لوگوں کو روحانی اسیری سے ہمکنار کرنے کے لئے ضروری تھا-

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے دنیا کے روحانی اسیروں کو رستگاری دلانے میں سب سے بڑی روک یہ تھی کہ مغرب کی عیسائی طاقتیں اپنے سیاسی غلبہ و استیلاء اور بے پناہ مادی وسائل کے بل پر روئے زمین پر چھائی ہوئی تھیں اور انہوں نے ایشیا اور افریقہ کے وسیع علاقوں کو اپنے زیرنگیں لا کر وہاں کے کروڑوں کروڑ انسانوں کو سیاسی اور جسمانی لحاظ سے اپنا اسیر بنا رکھا تھا- ادھر عیسائی طاقتوں کے اس ہمہ گیر سیاسی غلبہ کی وجہ سے عیسائی چرچ نے بہت ہی مضبوط و مستحکم تبلیغی مشنوں اور دیگر مشنری اداروں کی شکل میں ایشیا اور افریقہ میں ہر جگہ اپنے ڈیرے ڈال رکھے تھے- وہ عیسائی طاقتوں کے ان زیرنگیں علاقوں میں وہاں کے لوگوں کو ان کی جسمانی اسیری کے ساتھ ساتھ روحانی اسیری کے بندھنوں میں جکڑتا چلا جا رہا تھا- گویا مغربی طاقتوں کا سیاسی غلبہ اور اس کی آڑ میں عیسائیت کا روزافزوں فروغ غلبہ احمدیت کی راہ میں جو مصلح موعود کا اصل کام تھا رکاوٹ بنا ہوا تھا- سیدنا حضرت مصلح موعود نے 1945ء میں دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر جب داعیان الی اللہ کا ایک دستہ تیار کر کے دنیا بھر میں روحانی جنگ کا بگل بجانے کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے غلبہ احمدیت کی راہ میں حائل اس سد سکندری کو اٹھا دینے کے مخفی ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کا ایک ساتھ ہی فیصلہ صادر فرمایا- چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے بعد جس نے مغربی طاقتوں کا کچومر نکال دیا تھا بہت ہی قلیل مدت کے اندر اندر غلبۂ دین حق کی راہ میں حائل یہ سد سکندری اپنی جگہ سے ہلنی شروع ہو گئی- اس کے نتیجہ میں ایشیا اور افریقہ کے وہ ممالک جن پر مغربی طاقتوں نے قبضہ کر رکھا تھا ایک ایک کر کے ان کے غلبہ و تسلط سے آزاد ہونے لگے- اس طرح وہاں کے کروڑوں باشندوں کو جو صدیوں سے مغربی طاقتوں کے سیاسی اور جسمانی طور پر اسیر چلے آ رہے تھے رستگاری ملتی چلی گئی- سب سے پہلے برصغیر جو مصلح موعود کا مولد و مسکن تھا آزاد ہوا اور بھارت و پاکستان کی دو آزاد و خودمختار مملکتیں معرض وجود میں آئیں- اس کے بعد ایشیا میں یکے بعد دیگرے برما، سیلون، انڈونیشیا، ملایا وغیرہ آزاد ہوئے- ادھر افریقہ میں آزادی کی ایسی زبردست رو چلی کہ ایک دو نہیں بلکہ دو درجن سے زائد ملکوں میں سے مغربی طاقتوں کے اقتدار کی صف لپیٹ کر رہ گئی- چنانچہ الجیریا، لیبیا، سوڈان، تیونس، مراکش، ماری تانیا، سینیگال، گنی، سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، کیمرون، چاڈ، سنٹرل افریقن ری پبلک، کانگو، ٹانگانیکا، یوگنڈا، کینیا، صومالی، گیمبیا، زنجبار یکے بعد دیگرے آزادی سے ہمکنار ہوتے چلے گئے- ان سب ممالک میں برطانیہ، فرانس، ہالینڈ، بلجیئم اور پرتگال وغیرہ کی غیر ملکی عیسائی حکومتوں کی بجائے خود ان کی آزاد و خودمختار حکومتیں قائم ہو گئیں- الغرض ایک عظیم الشان انقلاب نے مصلح موعود کی ظاہری برکت کے طور پر چشم زدن میں رونما ہو کر دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی- خدائی مقدرات کے تحت یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان سب علاقوں میں عیسائی طاقتوں کا سیاسی اقتدار ختم ہونے سے عیسائیت کا اثر و نفوذ زائل ہو اور حضرت مصلح موعود کے قائم کردہ مشنوں کے ذریعہ غلبۂ دین حق کی راہ ہموار سے ہموارتر ہوتی چلی جائے-

ایشیا اور افریقہ کے بیسیوں ممالک پر سے مغرب کی عیسائی طاقتوں کا قبضہ ختم ہونے پر مغرب کے کلیسیائی حلقوں میں ایک شور پڑ گیا اور انہیں نظر آنے لگا کہ اب ان تمام نو آزاد ممالک میں عیسائیت کو پہلے کی طرح حکومت کی اعانت کے بل پر کھل کھیلنے کا موقع نہیں ملے گا اور وہاں مغربی استعمار کے ساتھ ساتھ بالآخر عیسائیت کا جنازہ بھی نکل جائے گا- اور دین حق کے وہاں پھیلنے اور غالب آنے کے امکانات روشن ہو جائیں گے- سب سے زیادہ فکر انہیں افریقہ کے بارہ میں لاحق ہوئی کیونکہ عیسائیت وہاں مغربی استعمار کے ایک ایجنٹ کے طور پر پہنچی تھی اور مغربی طاقتوں نے سب سے زیادہ ظلم افریقہ میں ہی روا رکھا تھا- چنانچہ ایشیا اور افریقہ میں مغربی طاقتوں کے مقبوضات ختم ہونے اور وہاں آزاد حکومتیں قائم ہونے کے بعد مشہور امریکی سیاح مسٹر ولارڈ پرائس نے افریقہ کا وسیع دورہ کیا- اس نے اپنی کتاب Incredible Africa میں عیسائیت کے لئے وہاں پیدا ہونے والے خطرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:-

"برخلاف اس کے (یعنی عیسائیت کے روبہ زوال اثر کے برعکس) (دین) افریقہ میں عیسائیت کی نسبت تین گنا زیادہ تیز رفتاری سے پنپ رہا ہے- باہر کے کسی مذہب کو قبول کرنے کا سوال ہو تو اہل افریقہ اس بات پر آمادہ ہیں کہ وہ اس بارہ میں (احمدیوں) کی طرف رجوع کریں جن کا بجز اپنے مذہب کی اشاعت کے افریقہ کے ساتھ اور کوئی مفاد وابستہ نہیں- یورپین آبادکاروں کے متعلق ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ لوگ ہمیں بائبل تو دیتے رہے لیکن ساتھ کے ساتھ اس کے عوض میں ہمیں ہماری زمینوں سے محروم کرتے رہے- عیسائی منادبلی گراہم نے افریقہ کے دورہ سے واپس آ کر وہاں عیسائیت کے زوال کی پیشگوئی کی ہے اور کہا ہے کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ جب افریقہ میں عیسائیوں کو جان چھپانے کے لئے غاروں اور زمین دوز خفیہ مقامات میں پناہ لینی پڑے گی" (ص190)

امریکی سیاح ولارڈ پرائس کا یہ واویلا اور عیسائی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کا یہ خوف و ہراس اس امر پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے کہ کروڑوں کروڑ سیاسی اسیروں کی رستگاری اسی لئے عمل میں آئی ہے کہ تا حضرت مصلح موعود کے قائم کردہ مشنوں اور آپ کے بھیجے ہوئے مشنریوں کے ذریعہ وہاں غلبہ دین حق کی راہ اور زیادہ تیزی سے ہموار ہو- اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہاں کے کروڑوں کروڑ جسمانی اسیروں کی رستگاری کا موجب مصلح موعود کا مقدس وجود نہیں ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر خاص مصلح موعود کی ایک ظاہری برکت کے طور پر ہی ظہور میں آئی اور اس لئے ظہور میں آئی کہ سیاسی اور جسمانی اسیری سے رستگاری کے بعد وہاں کے لوگوں کو روحانی اسیری سے بھی رستگاری نصیب ہو-

اس تعلق میں یہ امر بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مشرقی ممالک اور افریقہ میں مغرب کی عیسائی طاقتوں کے غلبہ و استیلاء کا دور ختم ہونے اور نتیجۃً ان ممالک میں عیسائی پادریوں کی مشنری سرگرمیوں کا زور ٹوٹنے کے علاوہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی ایک ظاہری برکت کے طور پر خود یورپ اور امریکہ میں عیسائیت کے عقائد باطلہ سے بیزاری کی ایک ایسی زبردست رو چلی کہ وہاں سے عیسائیت کی صف لپٹ کر رہ گئی- اب مغرب میں جو کبھی عیسائیت کا گڑھ کہلاتا تھا لوگ محض برائے نام عیسائی کہلاتے ہیں

ورنہ عیسائیت پر سے ان کا ایمان اٹھ چکا ہے۔ وہ جو کچھ بھی ہیں اب عیسائی نہیں ہیں۔ بیسویں صدی میں ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کے خواب دیکھنے والے اب کف افسوس مل رہے ہیں کہ ساری دنیا کو عیسائی بنانا تو کجا خود مغرب میں سے عیسائیت کا جنازہ نکلنے والا ہے۔ یہ ایک مبرہن حقیقت ہے کہ وہاں لوگوں نے گرجوں میں عبادت کے لئے آنا ترک کرنا شروع کر دیا ہے اور وہ چرچ کی رکنیت سے علیحدہ ہوتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے بڑے بڑے گرجوں کی عمارتیں ویران اور غیر آباد ہونے کے باعث بڑی کثرت سے فروخت ہو رہی ہیں۔ اور کئی چرچ بیوت الذکر میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال پر ہالینڈ کے شہر دی ہیگ سے شائع ہونے والے ایک اخبار ہیونگلی (Zwingli) نے جو ایک آزاد خیال عیسائی فرقہ کا اخبار ہے اپنی 26 ستمبر 1968ء کی اشاعت میں ایک پروٹسٹنٹ مناد ڈاکٹر جے۔ ایف۔ وی۔ ووردن (Dr.J.F.V. Woerden) کے ایک مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا:۔

"کیا اب سے پچاس سال بعد ایک چرچ بھی باقی رہ جائے گا؟ ۔ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو گردوپیش رونما ہو رہے ہیں میں علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں .... کلیسیائی نظام ڈگمگاتا ہوا نظر آ رہا ہے اور اس میں تزلزل کی یہ کیفیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے"۔

بہر حال مغرب کے نام نہاد عیسائی ممالک ہوں یا ایشیا اور افریقہ کے مغربی تسلط سے آزاد ہونے والے ممالک ہر جگہ سیدنا حضرت مصلح موعود کے قائم کردہ عالمگیر مشنری نظام کی ظاہری اور باطنی برکتوں کے نتیجہ میں بالآخر غلبۂ احمدیت پر منتج ہونے والے انقلاب عظیم کے آثار نمایاں سے نمایاں تر ہوتے جا رہے ہیں۔ گزشتہ ایک سو سال میں روحانی اور جسمانی اسیروں کو رستگاری ملتی چلی آ رہی ہے اور یہ امر آشکار ہوتا چلا آ رہا ہے کہ اسیروں کی اس رستگاری کا موجب سیدنا حضرت مصلح موعود کا وجود باجود ہے۔

جب ہم پیشگوئی مصلح موعود کی روشنی میں سیدنا حضرت مصلح موعود کے انقلاب انگیز کارناموں اور گزشتہ ایک سو سال کے دوران رونما ہونے والے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد شروع ہونے والے دور کی اہمیت واضح ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ یورپ امریکہ افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں حضرت مصلح موعود کے قائم کردہ مشنوں کے ذریعہ لوگوں کی روحانی رستگاری کا کام تو پہلے ہی سے جاری تھا لیکن دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد ایشیا اور افریقہ سے مغربی طاقتوں کا تسلط ختم ہونے اور وہاں طبعاً عیسائیت کا زور ٹوٹنے نیز خود مغرب کے عیسائی ممالک میں عیسائیت سے بیزاری کی زبردست لہر آنے کے نتیجہ میں روحانی اسیری سے لوگوں کی رستگاری کی مہم میں یکدم زبردست تیزی آئی اور اس نے ایک ایسے عظیم تر جلوہ کی شکل اختیار کی کہ مغرب کا کلیسیائی نظام یہ محسوس کئے بغیر نہ رہا کہ جماعت احمدیہ بالآخر ایشیا' افریقہ اور یورپ میں دین کو غالب کئے بغیر نہ رہے گی۔ چنانچہ انگلستان کے رسالے "ایسٹرن ورلڈ" نے اپنے دسمبر 1961ء کے شمارہ میں لکھا:۔

"ایک مذہبی فرقہ کے لئے بلحاظ تعداد اس کے افراد کا کم ہونا یا معتقدات کا ایسی مخصوص نوعیت کا حامل ہونا جو دوسروں کے لئے پورے طور پر قابل فہم نہ ہو نقصان کا موجب نہیں ہوا کرتا۔ ایسے فرقے صدیوں تک زمانہ کے حالات سے نبرد آزما رہنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مذاہب کی تاریخ ایسے چھوٹے چھوٹے فرقوں کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے جنہوں نے زمانہ کے اتار چڑھاؤ اور اکثریت کے دباؤ کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی ہستی کو برقرار رکھا۔ اندریں حالات اس بات کا امکان ہے کہ احمدیت بھی مستقبل میں اسی طرح نمایاں طور پر پھولے پھلے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ اسلامی دنیا مغرب کی لادین ثقافت کے زیر اثر آ جانے کی وجہ سے ادھر ادھر بھٹک رہی ہے احمدیوں کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کی تحریک (دین) کو اس طور سے پیش کرتی ہے کہ جو دنیائے جدید کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ پھر وہ (دین) کی آخری فتح کے بارہ میں نہایت درجہ پراعتماد ہیں۔ ایسی صورت میں احمدیت ان نئی نسلوں کے لئے دلکش اور جاذب نظر ثابت ہو سکتی ہے جو اصلاح حال کے پیش نظر نئے انداز فکر کی تلاش میں سرگرداں ہیں"

الغرض پیشگوئی مصلح موعود کی یہ خوشخبری کہ مصلح موعود اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اپنے ظاہری اور باطنی ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے نہایت شان سے پوری ہوئی اور آئندہ بھی اس وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی جب تک کہ پوری نوع انسانی کو روحانی اسیری سے رستگاری نصیب نہ ہو جائے۔ جب وہ وقت آئے گا (اور اس کا آنا زیادہ دور نہیں) تو دنیا دین واحد پر آ جمع ہوگی۔ اس وقت نوع انسانی کا ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا ہوگا یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ انقلاب عظیم خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی الہامی پیشگوئی کے بموجب آپ کے فرزند موعود سیدنا حضرت المصلح الموعود کے قائم کردہ عالمگیر نظام اور انتھک مساعی کا ثمرہ ہوگا۔

ایسا ہوگا اور ہو کر رہے گا اس لئے کہ یہ اس قادر و عزیز خدا کی تقدیر ہے جسے بدلنے پر دنیا کی کوئی طاقت بلکہ ساری طاقتیں بھی مل کر قادر نہیں ہو سکتیں۔

انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان سے کام کرکے جوانمردی دکھائی ہے

دین کے عظیم خادم حضرت مصلح موعود کے بارہ میں اغیار کے تاثرات

اس کے پاس ہر علم کے ماہر ہیں۔ اس نے ہر ملک میں اپنے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب

20 فروری 1886ء کی پیشگوئی مصلح موعود میں موعود بیٹے کے متعلق بیان فرمودہ صفات بڑی شان کے ساتھ حضرت مسیح موعود کے فرزند ارجمند حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی کے مبارک وجود میں ظہور پذیر ہوئیں۔ اور ایک عالم نے پیشگوئی کا ایک ایک لفظ پوری شان وشوکت کے ساتھ پورا ہوتا دیکھا۔ حضرت مصلح موعود کی قوت فیصلہ، قوت عمل، عزم وہمت، فہم وفراست، ذہانت وفطانت، قیادت وراہنمائی کے لئے آپ کی خدمات کا اعتراف موافق ومخالف، اپنوں اور بیگانوں، سبھی نے کیا ہے۔ اس وقت برصغیر کی چند ممتاز شخصیات کے تاثرات اور ان کی آراء قارئین کے لئے درج کی جارہی ہیں۔

امرتسر کے صحافی جناب محمد اسلم صاحب

آپ 1913ء میں قادیان تشریف لائے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سے بھی مل کر ہمیں از حد مسرت ہوئی۔ صاحبزادہ صاحب نہایت ہی مخلیق اور سادگی پسند انسان ہیں۔ علاوہ خوش خلقی کے کہیں بڑی حد تک معاملہ فہم ومدبر بھی ہیں۔ علاوہ دیگر باتوں کے جو گفتگو صاحبزادہ صاحب موصوف کے اور میرے درمیان ہندوستان کے مستقبل پر ہوئی اس کے متعلق صاحبزادہ صاحب نے جو رائے اقوام عالم کے زمانہ ماضی کے واقعات کی بناء پر ظاہر فرمائی وہ نہایت ہی زبردست مدبرانہ پہلو لئے ہوئے تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے مجھ سے ازراہ نوازش بہت کچھ ہی مخلصانہ پیرائے میں یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں کم از کم ایک ہفتہ قادیان میں رہوں اگرچہ بوجوہ چند در چند میں ان کے ارشاد کی تعمیل سے قاصر رہا۔ مگر صاحبزادہ صاحب کی اس بلند نظرانہ مہربانی وشفقت کا از حد مشکور ہوں صاحبزادہ صاحب کا زہد وتقوی اور ان کی وسعت الخیالانہ سادگی ہمیشہ یاد رہے گی"۔

("بدر" 13 مارچ 1913ء ص 8)

ایک امریکن پادری کے تاثرات

1914ء میں ایک عالم فاضل امریکن پادری قادیان آیا یہاں اس نے بعض احمدیوں کے سامنے چند مذہبی سوالات پیش کئے جو نہایت اہم تھے اور ساتھ ہی کہا کہ میں امریکہ سے چل کر یہاں تک آیا ہوں اور میں نے کئی علماء کے سامنے یہ سوال کئے ہیں مگر ان سوالوں کا تسلی بخش جواب نہیں مل سکا میں یہاں ان سوالوں کو آپ کے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کرنے کے لئے خاص طور پر آیا ہوں دیکھئے خلیفہ صاحب ان سوالوں کا کیا جواب دیتے ہیں؟

مولوی عمر الدین شملوی صاحب کا بیان ہے کہ:۔

"سوالات اتنے پیچیدہ اور عجیب قسم کے تھے کہ انہیں سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت صاحب ابھی بالکل نوجوان ہیں۔ اور الٰہیات کی کوئی باقاعدہ تعلیم بھی انہوں نے نہیں پائی۔ عمر بھی چھوٹی ہے اور واقفیت بھی بہت تھوڑی ہے۔ وہ ان سوالوں کا جواب ہرگز نہیں دے سکیں گے اور اس طرح سلسلہ احمدیہ کی بڑی بدنامی اور سبکی ساری دنیا میں ہوگی۔ کیونکہ جب حضرت صاحب اس کے سوالوں کے جواب نہ دے سکے تو یہ امریکن پادری واپس جا کر ساری دنیا میں اس امر کا پراپیگنڈہ کرے گا کہ احمدیوں کا خلیفہ کچھ بھی نہیں جانتا اور عیسائیت کے مقابلہ میں ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ صرف نام کا خلیفہ ہے ورنہ علمیت خاک بھی نہیں رکھتا۔

اس صورت حال سے میں کافی پریشان ہوا۔ اور میں نے اس بات کی کوشش کی کہ وہ امریکن پادری حضرت صاحب سے نہ ملے۔ اور ویسے ہی واپس چلا جائے۔ مگر مجھے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔

وہ امریکن اس بات پر مصر رہا کہ میں ضرور خلیفہ سے مل کر جاؤں گا ناچار میں گیا اور میں نے حضرت صاحب سے کہا کہ امریکن پادری آیا ہے اور آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔ اب کیا کریں؟ اس پر حضرت صاحب نے بغیر توقف کے اور بلا تامل فرمایا۔ کہ "بلالو" ناچار میں اسے لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دونوں کے درمیان ترجمان میں ہی تھا۔

امریکن پادری نے کچھ رسمی گفتگو کے بعد اپنے سوالات حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کئے۔ جن کا ترجمہ میں نے آپ کو سنا دیا۔ حضرت صاحب نے نہایت سکون کے ساتھ ان سب سوالوں کو سنا اور پھر فوراً ان کے ایسے تسلی بخش جوابات دیئے کہ میں سن کر حیران ہوگیا۔ مجھے ہرگز بھی یقین نہ تھا کہ ان سوالوں کے حضرت صاحب ایسے پر معارف اور بے نظیر جواب دے سکیں گے۔ جب میں نے یہ جوابات انگریزی میں امریکن پادری کو سنائے تو وہ بھی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے آج تک ایسی معقول گفتگو اور ایسی مدلل تقریر کسی کے مونہہ سے نہیں سنی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ بہت بڑا سکالر ہے اور مذاہب عالم پر اس کی نظر بڑی گہری ہے۔ یہ کہہ کر اس نے بڑے ادب سے حضرت صاحب کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور واپس چلا گیا"۔

(تاریخ احمدیت جلد پنجم ص 181 تا 183)

سید عبدالقادر صاحب ایم اے

پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

26 فروری 1919ء کو حضرت مصلح موعود نے اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیر اہتمام "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے عنوان پر لیکچر دیا۔

اس موقع پر سید عبدالقادر صاحب ایم اے نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا:۔

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شدھ بدھ ہے اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مورخ ہیں جو حضرت عثمان کے عہد کے اختلافات کی تہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کے فتنہ کی اصل وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرایے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا سچ یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابل قدر معلوم ہوگا۔ اس مضمون کا دوسرا حصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد شائع کیا جاوے گا۔

(پیش لفظ "اسلام میں اختلافات کا آغاز")

اخبار "فتی العرب" دمشق

1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .... جب یورپ تشریف لے گئے تو رستہ میں عرب ممالک میں بھی قیام فرمایا۔ اس دوران عرب ممالک کے پریس نے بھی آپ کے متعلق اپنے تاثرات شائع کئے۔

چنانچہ اخبار "فتی العرب" دمشق اپنی 10 اگست 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے۔

"یہ خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں۔ چہرہ گندم گوں ہے اور جلال ووقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاوذہانت اور غیر معمولی علم وعقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خدوخال میں جب کہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اس کے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے۔ اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنی ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے"۔

(بحوالہ ماہنامہ "خالد" فروری 1965ء صفحہ 20-21)

مولانا محمد علی جوہر صاحب

پاکستان کے قیام، استحکام اور اس کی تعمیر وترقی کے ہر مرحلہ پر حضرت مصلح موعود کی خدمات نمایاں تھیں۔ مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اس سلسلہ میں اپنے تاثرات اپنے اخبار "ہمدرد" 26 ستمبر 1927ء میں درج فرمائے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں۔ جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام

مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دور نہیں جبکہ (۔) اس منظم فرقہ کا طرز عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا"۔

(تاریخ احمدیت جلد 5 ص 614)

سرایمرسن گورنر پنجاب

1934ء کا سال جس میں احراریوں کی مخالفت کا زور تھا۔ گورنمنٹ نے بھی پورا پورا زور لگا دیا کہ حضرت مصلح موعود کو کسی طرح قانونی گرفت میں لائیں۔ مگر خدا تعالیٰ نے سب کو ان کے مذموم مقاصد کے حصول میں ناکام رکھا۔

چنانچہ مولانا شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگر مل) کا ایک بیان تاریخ احمدیت جلد 7 ص 457 پر شائع شدہ ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"سرایمرسن گورنر (پنجاب) ہر ممکن کوشش میں تھے کہ کسی طرح موقعہ ملے تو حضرت اقدس کو زیر الزام لانے کا بہانہ تلاش کریں مگر وہ سراسر ناکام رہے۔ ان ایام میں چونکہ حضور کا خطبہ جمعہ لمبا ہو جایا کرتا تھا اور اڑھائی بجے کے قریب گاڑی قادیان سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوتی تھی اس لئے حضور کا خطبہ نوٹ کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے دو رپورٹر مقرر تھے ایک رپورٹر گاڑی چلنے سے پہلے کا مضمون نوٹ کر کے گاڑی پر چلا جایا کرتا تھا۔ اور دوسرا خطبے کا بقیہ حصہ نوٹ کیا کرتا تھا۔ سرایمرسن حضرت اقدس کی خداداد ذہانت و فراست دیکھ کر حیران تھے وہ کہا کرتے تھے کہ یہ عجیب انسان ہے۔ اپنی قوم کو بیدار کرنے اور ابھارنے کیلئے ایسی زبردست تقریر کرتا ہے کہ جو سراسر قابل اعتراض ہوتی ہے مگر آخر میں ایک ہی فقرہ ایسا کہہ جاتا ہے کہ جس سے پہلی تقریر ساری کی ساری ناقابل اعتراض ہو کر رہ جاتی ہے اور ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کر سکتے"۔

انہی حالات کے ذکر میں ایک دفعہ حضرت مصلح موعود نے فرمایا:۔

"سی آئی ڈی کا ایک چوٹی کا افسر ان دنوں مجھے لاہور میں ملا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ حد ہوگئی حکومت کے آفیسرز اور گورنر ہر روز مشورہ کرتے ہیں کہ کسی طرح آپ کو کوئی چھوٹی سی بات بنا کر ہی پکڑ لیں مگر اس میں کامیاب نہیں ہو سکے"۔

(الفضل 16 نومبر 1946ء ص 8)

اسی صورتحال کے حوالے سے حضرت مصلح موعود کے متعلق مرزا معراج الدین صاحب انسپکٹر جنرل سی آئی ڈی کا تاثر بھی ملاحظہ ہو۔ انہوں نے ایک مشہور احمدی کو بتایا کہ:۔ "گزشتہ سالوں میں حکومت نے جو منصوبے آپ کی جماعت کے خلاف کئے تھے وہ اتنے بھیانک اور اتنے خوفناک تھے کہ ان کا تصور کر کے بھی انسان کا دل لرز جاتا ہے۔ مگر جماعت کی زبردست قیادت نے ان سب کو ناکام بنا دیا۔ اور اسی لئے میں امام جماعت احمدیہ کا گرویدہ ہو گیا ہوں"۔

(تاریخ احمدیت جلد ہفتم ص 438)

خواجہ حسن نظامی دہلوی

مدیر اخبار "منادی"

جب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں آیا تو خواجہ حسن نظامی دہلوی کو حضور کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ انہوں نے حضور کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا:۔

"میرزا محمود احمد دراز قد، دراز ریش، گندمی رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، عمر چالیس سے زیادہ ذات مغل، پیشہ امامت اور مسیح موعود کی خلافت اور تقریر و تحریر کے ذریعہ قادیانی جماعت کی پیشوائی۔ پنجاب کے قصبہ قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے والد نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ بھی ہیں اور سری کرشن بھی ہیں۔ اب یہ اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفہ ہیں آواز بلند اور مضبوط ہے۔ عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور کئی بچوں کے باپ اور کثیر تعداد انسانوں کے رہنما ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا۔ اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں"۔

(سالنامہ "منادی" 1936ء صفحہ 178-179 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ششم ص 109)

جناب سید حبیب صاحب

آپ ایک معروف صحافی تھے اور اخبار سیاست لاہور کے ایڈیٹر تھے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جس کا قیام 25 جولائی 1931ء کو عمل میں آیا تھا۔ جب حضرت مصلح موعود نے اس کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دیا تو سید حبیب صاحب نے اپنے اخبار "سیاست" لاہور کی اشاعت 18 مئی 1933ء میں لکھا:۔

"میری دانست میں اپنی اعلیٰ قابلیت کے باوجود ڈاکٹر اقبال اور ملک برکت علی صاحب دونوں اس کام کو چلا نہیں سکیں گے۔ اور یوں دنیا پر واضح ہو جائے گا۔ کہ جس زمانہ میں کشمیر کی حالت نازک تھی۔ اس زمانہ میں جن لوگوں نے اختلاف عقائد کے باوجود مرزا صاحب کو صدر منتخب کیا تھا۔ انہوں نے کام کی کامیابی کو زیر نگاہ رکھ کر بہترین انتخاب کیا تھا۔ اس وقت اگر اختلافات

عقائد کی وجہ سے مرزا صاحب کو منتخب نہ کیا جاتا۔ تو یہ تحریک بالکل ناکام رہتی۔ اور امت مرحومہ کو سخت نقصان پہنچتا۔ میری رائے میں مرزا صاحب کی علیحدگی کمیٹی کی موت کے مترادف ہے۔ مختصر یہ کہ ہمارے انتخاب کی موزونیت اب دنیا پر واضح ہو جائے گی۔

(بحوالہ الفضل 28 مئی 1933ء ص 8)

سردار ارجن سنگھ ایڈیٹر

اخبار ''رنگین'' امرتسر

مارچ 1935ء کے آخری ایام تھے۔ حضرت مصلح موعود کو ایک مقدمہ میں شہادت کے لئے تین دفعہ گورداسپور جانا پڑا۔ اس موقعہ پر ہزار ہا کی تعداد میں احمدیوں کا اپنے امام کا دیدار کرنے کے لئے حاضر ہونے کے جو ایمان افروز نظارے دیکھنے میں آئے ان سے متاثر ہو کر سردار ارجن سنگھ صاحب نے اپنی کتاب ''خلیفہ قادیان'' میں لکھا۔

''یہ بات تو ظاہر ہے کہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کا دعویٰ ہے کہ وہ آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے نمائندہ ہیں۔ برخلاف اس کے خلیفہ قادیان کے تابعدار ایک لاکھ کے قریب ہوں گے۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ان تاریخوں پر جب کہ خلیفہ صاحب شہادت دینے کے لئے آتے رہے۔ گورداسپور میں احمدیوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہوتی تھی۔ جب کہ دوسرے مسلمان شاید ایک سو بھی موجود نہ ہوتے تھے۔ اس سے خلیفہ صاحب اور مولوی صاحب کے اثر کا موازنہ ہو سکتا ہے کہ ایک جماعت جس کے ارکان سارے پنجاب میں پچپن ہزار بیان کئے جاتے ہیں اپنے خلیفہ کے درشنوں کے لئے دس ہزار کی تعداد میں ظاہر ہوتے ہیں اور اس جماعت کے جس کے ارکان صرف گورداسپور میں ہی دس ہزار سے زائد ہیں ایک سو بھی جمع نہیں ہوئے۔ حالانکہ مقدم الذکر صرف گواہ کی حیثیت سے آتے ہیں اور دوسرے بزرگ پر مقدمہ بھی چل رہا ہے۔ اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کا دعویٰ حقیقت سے کوسوں دور ہے اور خلیفہ صاحب کے مریدان کے حقیقی بجان نثار اور سچے دل سے وفادار ہیں۔

یہ منظر سبق آموز تھا

اس منظر کے دیکھنے سے دل پر ایک خاص اثر ہوتا تھا۔ میں خود آخری روز وہاں موجود تھا۔ مجھے رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ آخر اس شخص نے پہلی جون میں کون سے ایسے کرم کئے ہیں جن کے صلہ میں اسے یہ عقل کو حیران کرنے والا عروج حاصل ہوا ہے۔ میں ہی اس نظارہ کو دیکھ کر حیران نہ تھا۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمان بھی (یہ) اثر لئے رہتے تھے۔ میں نے بازار میں لوگوں کو باتیں کرتے سنا کوئی ظاہرا شان و شوکت کی تعریف کرتا تھا کوئی مریدوں کی عقیدت کو سراہ رہا تھا۔ کوئی جماعت کی تنظیم کی داد دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا آخر یہ گروہ عبادت میں اور اس کے احکام کی پیروی میں امتیاز رکھتا ہے۔ الغرض میں نے دیکھا کہ غیر احمدی مسلمانوں میں سے بہت سے تعریفیں کر رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے دلوں میں خاص اثر ہو رہا ہے۔

آخر یہ کیوں

میں حیران تھا کہ اپنے جیسے انسان کا درشن پانے کے لئے یہ ہزار ہا انسان جو سرگردان پھر رہے ہیں کیا یہ تمام غلطی یا جعل سازی کا شکار ہو رہے ہیں جب کہ ان کی اکثریت تعلیم یافتہ ہے اور ان میں بڑے بڑے تجربہ کار اور جہاندیدہ بزرگ بھی موجود ہیں۔

میں سوچتا تھا کہ کیا جھوٹ اور فریب سالہا سال تک پھل لا سکتا ہے پچاس سال سے زائد عرصہ ہوا جب کہ اس فرقہ کے بانی نے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اگر وہ محض فریب کار تھا تو کیا فریب میں یہ طاقت ہے کہ وہ نصف صدی تک بڑھتا اور پھولتا چلا جائے۔

یقیناً دھوکا بازی اور فریب کاری کی تو صرف اتنی ہی حیثیت ہوتی ہے کہ

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

احرار غور کریں

احراری بھی ایک مذہبی جماعت ہیں۔ ان کا بھی ایک امیر شریعت ہے جس کے ہاتھ پر لوگ اسی طرح بیعت کرتے ہیں جس طرح خلیفہ قادیان کے ہاتھ پر۔ پھر احرار اپنے آپ کو سچائی کے پاسبان سمجھتے ہیں اور قادیانی جماعت کو غلط راہ پر قرار دیتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ احراری امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے دلوں میں اپنے امیر کے لئے نہ وہ قربانی کا جذبہ ہے اور نہ ہی وہ عقیدت ہے جو خلیفہ قادیان کے مریدوں کے دلوں میں ہے۔

کیا کبھی احرار نے غور کیا ہے کہ اس کا کیا کارن ہے کہ ان کی سچائی (جسے وہ خود سچائی قرار دیتے ہیں) وہ رنگ نہیں لا رہی جو بقول احرار خلیفہ قادیان کا دجل و فریب رنگ لا رہا ہے۔ کیا آج کل ایشور نے اپنا اصول بدل دیا ہے؟ اور کیا

صداقت آمد و باطل رواں شد
طلوع شمس شد شپر نہاں شد

کا کلیہ بدل گیا ہے، ہرگز نہیں۔ واہگورو جی کے نیم اٹل ہیں۔ خدا کے قاعدے کبھی نہیں بدلتے اور میں تو میرزا جی کی اس کتھا کی تائید کرتا ہوں۔ کہ

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

(''خلیفہ قادیان'' ص 20 تا ص 23)

مولانا ظفر علی خان مدیر

اخبار ''زمیندار'' لاہور

13 مارچ 1936ء کی بات ہے۔ امرتسر کی مسجد خیر الدین میں مولانا ظفر علی خاں نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود کے مخالفوں اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے ...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے ...... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے''۔

(''ایک خوفناک سازش'' مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر ص 195-196)

خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین

آف سکندر آباد

1939ء میں جب قادیان میں جلسہ خلافت جوبلی منایا گیا تو سیٹھ صاحب نے جشن جوبلی پر اپنا پیغام ان الفاظ میں بھجوایا:۔

''میں نے مسلمانوں کے مختلف فرقہ واری اختلافات سے ہمیشہ اپنے آپ کو الگ رکھا اور ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے توحید، رسالت اور قرآن کے مشترکہ مسائل میں سب کچھ ہے۔ لیکن احمدی جماعت اور اس کی کوششوں سے احمدی نہ ہونے کے باوجود مجھے ابتداء سے ہمدردی رہی ہے۔ خود میرے بڑے بھائی سیٹھ عبداللہ الہ دین، اللہ ان کی عمر میں برکت دے، احمدیت کے ایک عملی (مربی) ہیں۔ میں اس جماعت کی اشاعت و تبلیغ کی مساعی کو دیکھ کر خصوصیت کے ساتھ بہت پسند کرتا ہوں۔ اور اس میں حتی الامکان امداد کرتا رہتا ہوں۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی مجھ پر خاص توجہ اور عنایت ہے۔ اور ان کی عملی زندگی، وسیع النظری اور خدا پرستی نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ اپنے والد کے منصب خلافت کو ادا کرتے ہوئے پچیس سال کی تکمیل میں ان کو اور جماعت احمدیہ کو دل سے مبارک باد دیتا ہوں''۔

(الحکم 28 دسمبر 1939ء ص 2)

سید ابوظفر نازش رضوی صاحب

برصغیر کے ممتاز ادیب جناب نازش رضوی صاحب نے حضرت مصلح موعود ...... کے وصال پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے ایک چشمدید واقعہ اخبار میں شائع کیا کہ:۔

''1940ء میں مجھے ایک سیاسی مشن پر قادیان جانا پڑا۔ اس زمانے میں ہندو اپنی سنگھٹنی شرارتوں کا ایک خاص منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس موقع پر مرحوم و مغفور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ، اور دیگر چوٹی کے مسلم اکابر نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا کہ حضرت صاحب سے اس باب میں تفصیلی بات چیت کروں اور اسلام کے خلاف اس فتنے کے تدارک کیلئے ان کی ہدایات حاصل کروں۔ یہ مشن بہت خفیہ تھا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان اکابر جہاں یہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں کے اس ناپاک منصوبے کا موثر جواب (۔) صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ...... ہی دے سکتے ہیں۔ وہاں وہ یہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کو اپنا رہبر تسلیم کرتے ہیں۔

میں اس سلسلے میں قادیان تین دن مقیم رہا اور حضرت صاحب سے کئی تفصیلی ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں دو باتیں مجھ پر واضح ہو گئیں۔ ایک یہ کہ حضرت صاحب کو (دین حق) حضور سرور کائنات علیہ السلام سے جو عشق ہے اس کی مثال اس دور میں ملنا محال ہے۔ دوسرے یہ کہ تحفظ (دین حق) کے لئے جو اہم نکات حضرت صاحب کو سوجھتے ہیں وہ کسی دیگر (۔) لیڈر کے ذہن سے مخفی رہتے ہیں۔ میرا یہ مشن بہت کامیاب رہا۔ اور میں نے دہلی جا کر جو رپورٹ پیش کی اس سے مسلم زعماء کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے''۔

نیز لکھا:۔

''افسوس! کہ وہ وجود جو انسانیت کے لئے سراپا احسان و مروت تھا آج اس دنیا میں نہیں۔ وہ عظیم الشان سپر آج پیوند زمین ہے جس نے مخالفین (دین حق) کی ہر تلوار کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ (دین حق) کو گزند پہنچے ...... آپ نے دنیا کے بے شمار ممالک میں چار سو کے قریب (بیوت الذکر) تعمیر کرائیں۔ تبلیغ (دین حق) کے لئے تقریباً یکصد مشن قائم کئے جو عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رو کے سامنے ایک آہنی دیوار بن گئے۔ مختصر یہ کہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس اپنے مولیٰ کی رضا اور (دین حق) کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ خدا ان سے راضی ہوا وہ خدا سے راضی ہوئے''۔

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ مورخہ 14 اپریل 1966ء ص 5,3)

میاں سلطان احمد وجودی صاحب

ممبر پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی میاں سلطان احمد ایک مشہور مصنف اور جرنلسٹ تھے۔ ایڈیٹر ''الحکم'' کی درخواست پر انہوں نے ''الحکم جوبلی نمبر'' کیلئے ایک مضمون لکھا جس میں حضرت مصلح موعود ...... کے متعلق لکھتے ہیں:۔

''مرزا بشیر الدین محمود احمد میں کام کرنے کی قوت حد سے زیادہ ہے وہ ایک غیر معمولی شخصیت کے انسان ہیں۔ وہ کئی گھنٹوں تک رکاوٹ کے بغیر تقریر کرتے ہیں۔ ان کی تقریر میں روانی اور معلومات زیادہ پائی جاتی ہیں۔

وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کو ہل کران کے اخلاق کا گہرا اثر ان کے ملنے والوں پر ہوتا ہے۔ تنظیم کا ملکہ ان میں موجود ہے۔ وہ 50 سال کی عمر میں کام کرنے کے لحاظ سے نوجوان معلوم ہوتے ہیں۔

وہ اردو زبان کے ایک بڑے سرپرست ہیں۔
(الحکم جوبلی نمبر 28 دسمبر 1939ء ص 36)

سٹینکو ایم ۔ وو جیکا

مذاہب عالم کے تقابلی مطالعہ کیلئے امریکہ کی ریاست پنسلوینیا ولکیز کالج میں شعبہ فلسفہ ومذہب کے صدر 61-1960ء میں پاکستان آئے۔

امریکہ واپس جا کر انہوں نے ایک مبسوط مقالہ ''دی احمدیہ موومنٹ'' کے عنوان سے لکھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ...... کے متعلق اپنے تاثرات کو پیش کرتے ہوئے لکھا:۔

''قادیان گروپ کو آج بھی اسی نام سے یاد کیا جاتا ہے تقسیم برصغیر کے بعد سے ربوہ اس گروہ کا قانونی مرکز ہے۔ جو مغربی پاکستان میں واقع ہے۔ اس گروپ کی قیادت 1914ء سے بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا بشیر الدین (محمود احمد) کے ہاتھ میں ہے۔ بالعموم آپ کے پیرو آپ کو احتراماً ''حضرت صاحب'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہی سے ایک اولوالعزم لیڈر اور ذرخیز دماغ مصنف واقع ہوئے ہیں۔ اپنے والد کی طرح آپ کو بھی دعویٰ ہے کہ تعلق باللہ کے ایک خاص مقام پر فائز ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے ایک جگہ اپنے متعلق ذیل کی عبارت لکھی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے سنجیدگی اور اخلاص کے ساتھ لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو میرے ذریعہ سے دنیا بھر میں پھیلا دیا ...... اور بیسیوں موقعوں پر اپنے تازہ کلام سے مجھے مشرف فرمایا ...... دنیا کا کوئی علم نہیں جو (دین حق) کے خلاف آواز اٹھاتا ہو اور اس کا جواب خدا تعالیٰ مجھے قرآن کریم سے ہی نہ سمجھا دیتا ہو''۔ (دیباچہ تفسیر القرآن انگریزی)

ایسٹرن ورلڈ (بحوالہ ماہنامہ ''انصار اللہ'' ربوہ فروری 1962ء ص 42 شمارہ دسمبر 1961ء ص 16 تا 20)

علامہ نیاز فتح پوری صاحب

مدیر ماہنامہ ''نگار''

علامہ صاحب نے جب حضرت مصلح موعود ...... کی شہرہ آفاق ''تفسیر کبیر'' کا مطالعہ کیا تو آپ کی خدمت میں لکھا:۔

''تفسیر کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل ونقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحر علمی، آپ کی وسعت نظر، آپ کی غیر معمولی فکر وفراست، آپ کا حسن استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا۔ آپ نے ھٰؤلاء بناتی کی تفسیر کرتے ہوئے عام مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تادیر سلامت رکھے''۔

(الفضل 17 نومبر 1963ء ص 3)

مولانا عبدالماجد دریا آبادی

مشہور مفسر قرآن علامہ عبدالماجد دریا آبادی مدیر صدق جدید نے حضور کی وفات پر ایک شذرہ تحریر کیا جس میں حضور کی خدمت قرآن کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''قرآن اور علوم قرآن کی عالمگیر اشاعت اور (دین حق) کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں ان کا اللہ انہیں صلہ دے علمی حیثیت سے قرآنی حقائق ومعارف کی جو تشریح وتبیین وترجمانی وہ کر گئے ہیں۔ اس کا بھی ایک بلند وممتاز مرتبہ ہے''۔

(صدق جدید لکھنؤ 18 نومبر 1965ء بحوالہ سوانح فضل عمر جلد سوم ص 168)

نامہ نگار روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور

روزنامہ نوائے وقت کا نامہ نگار حضرت مصلح موعود کے وصال پر لکھتا ہے:۔

''آپ نے ساری دنیا میں بالعموم اور افریقہ یورپ اور امریکہ میں بالخصوص احمدیہ مشن کھولے۔

اس سلسلہ میں آپ دو مرتبہ خود یورپ گئے۔ آپ نے کل 96 نئے مشن قائم کئے یہ مشن افریقہ کے مغربی ساحل کے ملکوں میں خصوصیت سے عیسائی مشنوں کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مرحوم مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کی حمایت کی۔

1922ء میں آریہ سماجیوں نے یوپی میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو مرزا صاحب نے ارتداد کو روکنے کے لئے کافی کام کیا۔ آپ نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرایا۔ جن میں ڈچ، جرمن، انڈونیشین اور سواحیلی شامل ہیں۔ آپ 1931ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی تھے۔

1948ء میں آپ نے جہاد کشمیر میں حصہ لینے کے لئے رضاکاروں کی فرقان بٹالین تیار کر کے ہائی کمان کے سپرد کر دی''۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' 9 نومبر 1965ء)

مولانا غلام رسول مہر

آپ 1885ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ ایک محقق، مصنف، ادیب، صحافی اور مورخ تھے۔ روزنامہ ''زمیندار'' سے منسلک رہے بعد میں مولانا عبدالمجید سالک کے ساتھ مل کر اخبار ''انقلاب'' لاہور سے جاری کیا۔ 1971ء میں وفات پائی۔ 20 اور 25 دسمبر 1966ء کو مکرم جناب شیخ عبدالماجد صاحب آف لاہور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت مصلح موعود ...... کے متعلق مولانا غلام رسول مہر صاحب فرمانے لگے کہ:۔

''آپ لوگوں کی کسی کتاب میں اس عظیم الشان انسان کے کارناموں کی مکمل آگاہی نہیں ملتی۔ ہم نے انہیں قریب سے دیکھا ہے کئی ملاقاتیں کی ہیں۔ پرائیویٹ تبادلہ خیالات کیا ہے۔ مسلم قوم کیلئے تو ان کا وجود سراپا قربانی تھا۔

فرمایا۔ ایک دفعہ مجھے راتوں رات قادیان جا کر حضرت صاحب سے مشورہ کرنا پڑا۔ وہ سفر اب بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ انسانیت کے لئے اس شخصیت کے دل میں بڑا درد تھا اور جہاں کہیں مسلم قوم کی بہتری اور بہبودی کا معاملہ درپیش ہوتا۔ آپ کی قابل عمل تجاویز ہمارا حوصلہ بڑھانے کا موجب بنتیں۔ ایسے مواقع پر آپ کا رواں رواں قومی درد سے تڑپ اٹھتا تھا۔ فرقہ بازی کا تعصب میں نے اس وجود میں نام کو نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب بلا کے ذہین تھے۔

سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

میں نے پاک وہند میں سیاسی نہ مذہبی لیڈر ایسا دیکھا ہے۔ جس کا دماغ Practical Politics پریکٹیکل پالٹکس میں ایسا کام کرتا ہو۔ جیسا مرزا صاحب کا دماغ کام کرتا تھا۔ بے لوث مشورہ واضح تجویز اور پھر صحیح خطوط پر لائحہ عمل۔ یہ ان کی خصوصیت تھی۔ مجھے ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔

کہنے لگے۔ میں نے محترم محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی کو تعزیت کا خط لکھا ہے۔ اور اس خط میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ وہ حضرت صاحب سے متعلقہ تعزیتی فقرات کو شائع بھی کرا سکتے ہیں۔ افسوس! مسلمانوں نے مرزا صاحب کی قدر نہیں کی۔ سخت مخالفت کی آندھیوں کے باوجود میں نے مرزا صاحب کو کبھی افسردہ اور سرد مہر نہیں دیکھا۔ مرزا صاحب کے دل کی شمع ہمیشہ روشن رہی۔ ہم یاس وافسردگی کی تصویر بنے ان سے ملاقات کے لئے جاتے اور جب باہر آتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ناامیدی کے بادل چھٹ گئے ہیں۔ اور مقصد میں کامیابی سامنے نظر آ رہی ہے۔ وزنی دلیل دیتے اور قابل عمل بات کرتے اور پھر اسی پر بس نہیں ہر نوع کی قربانی اور تعاون کی پیشکش بھی ساتھ ہوتی۔ جس سے ہم میں جرأت اور حوصلہ کے جذبات پیدا ہوتے۔

(ماہنامہ ''خالد'' ربوہ نومبر دسمبر 1978ء ص 70-71)

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

ISO 9002
CERTIFIED
JAM, MARMALADE
&
SPICY CHUTNEY
PURE FRUIT PRODUCTS
Shezan
Largest Processors of Fruit Products In Pakistan
Shezan Internatoinal Limited Lahore - Karachi - Hattar

روزنامہ الفضل رجسٹرڈ نمبر سی پی ایل 29